27

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

14 جولائی 2004ء — 25 جمادی الاوّل 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

آسیان میں پاکستان کی شمولیت

آج اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت!

اسلام اور سیکولر ازم

ہمارے مسلم حکمران

کرے مونچھوں والا' پکڑا جائے داڑھی والا

عورت کی مظلومیت

التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا اجتماع!

رسول انقلابؐ کا طریق انقلاب

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

بے لنگر کی کشتی

مؤسسین پاکستان اقبال اور جناح کے افکار میں تو زیادہ زور اسلام کے نظامِ اجتماعی پر تھا' یعنی اسلام کا سیاسی' اقتصادی اور سماجی نظام۔ لیکن تحریک پاکستان کی علماء و مشائخ نے جو حمایت کی تھی ان کے پیش نظر یہ تھا کہ اسلامی قوانین اور اسلامی شریعت نافذ کی جائے۔ بے شمار علماء و مشائخ نے اس تحریک کی حمایت کی تھی۔ پیر جماعت علی شاہ' پیر صاحب مانکی شریف اور وقت کے تقریباً تمام مشائخ مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ اگرچہ جمعیت علماء ہند اور مولانا مدنیؒ قیامِ پاکستان کے مخالف تھے' لیکن علماء کی بہت بڑی تعداد ساتھ تھی۔ خود شبیر احمد عثمانی علماء دیوبند سے ٹوٹ کر آ گئے تھے! جمعیت علماء ہند سے کٹ کر جمعیت علماء اسلام بنی تھی اور اس نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا ساتھ دیا۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ اسلامی سزائیں اور اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں۔ یہ دونوں پہلو سامنے رکھئے' جو ایک دوسرے سے قدرے مختلف لیکن درحقیقت لازم و ملزوم ہیں۔ قائداعظم اور علامہ اقبال دونوں کے نزدیک اسلام کا نظامِ اجتماعی تھا جو انسان کو عدل دیتا ہے' جبکہ علماء و مشائخ کے نزدیک اسلامی قوانین و شریعت خصوصاً حدود و تعزیرات کا نفاذ تھا جو اس نظام کو سہارا دیتے تھے۔ لیکن ہوا کیا ہے؟ ساڑھے چھپن سال گزر گئے اور ان میں سے کسی ایک جانب بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ لے دے کر ایک حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا' اس کے خلاف بھی ہمارے ہاں بغاوت ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لئے آپ کا سارا بالائی طبقہ سراپا احتجاج بنا ہوا ہے' خواتین کی لیڈر کھڑی ہو گئی ہیں کہ اس کو ختم کیا جائے۔ اور ویسے بھی وہ اس پورے معاشرے میں غیر موثر ہے' اس کی بالکل کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں زکوٰۃ نافذ کی گئی تو سود میں سے کمیشن لے لیا' اللہ اللہ خیر سلا۔ اس طرح زکوٰۃ بدنام ہو گئی' حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ نظامِ زکوٰۃ نافذ کیا جائے گا..... اب اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کے بھی دو نتیجے ہیں۔ ایک نتیجہ خالص عقلی اعتبار سے ہے کہ پاکستان اپنی وجۂ جواز کھو چکا ہے۔ جو اس کا مثبت مقصد تھا ساڑھے چھپن سال کے اندر بھی اس کی طرف پیش رفت نہیں کی گئی۔ کسی بھی شے کے وجود کے لئے کوئی وجۂ جواز ہوتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ کوئی شے جب اپنی وجہ جواز کھو بیٹھے تو اب وہ ایک ایسی کشتی کے مانند ہے جس کا لنگر ہی نہیں' لہٰذا کوئی لہر آئے گی تو اسے اِدھر لے جائے گی' کوئی اور زوردار لہر آئے گی تو اُدھر لے جائے گی۔ ہم اس وقت بے بنیاد ہیں۔ اس وقت زمین پر ہمارا کوئی قدم نہیں ہے' ہم ہوا میں معلق ہیں۔

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد

ماخذ: پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات وخدشات

سورۃ آل عمران (آیات 56 تا 63)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَالَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ o وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ o ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ o اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ o اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ o فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ o فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ o﴾

''یعنی جو کافر ہوئے اُن کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت عذاب دوں گا اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُن کو اللہ پورا پورا صلہ دے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ (اے محمدؐ) یہ ہم تم کو (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے اُن کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔ (یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو اُن سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ' پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یہ تمام بیانات صحیح ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔ تو اگر یہ لوگ پھر جائیں تو اللہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔''

وہ لوگ جو کفر کی روش اختیار کریں گے میں انہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سخت عذاب دوں گا اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ہاں جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کا پورا پورا اجر دیں گے۔ دیکھیے یہاں بھی لفظ وفّی آیا ہے کہ پورا پورا اجر دینا تو اس کا معنی یہاں وفات دینا کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ گویا جبریلؑ پس منظر میں ہیں۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی ہیں اور پُر از حکمت ذکر ہے جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے' اُسے مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جاؤ اور وہ ہو گیا۔ تو اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آدمؑ کی۔ اگر آدمؑ ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہونے کے باوجود الٰہ نہیں بن گئے تو عیسیٰؑ کیسے الٰہ ہو سکتے ہیں جو نو ماہ ماں کے پیٹ میں رہے۔ تخلیق عیسیٰؑ کا معاملہ تخلیق آدمؑ سے کم تر ہے۔ یہ تو معجزات ہیں' اللہ تعالیٰ جو چاہے' وہ کرے۔ ان معجزات سے الوہیت کی دلیل ہرگز نہیں نکلتی۔ آپ نے دیکھا حضرت زکریاؑ بوڑھے کھوسٹ اور ان کی اہلیہ بھی عمر رسیدہ اور بانجھ تھی' مگر اللہ نے انہیں اولاد سے نوازا۔ یہ قرآن سراسر حق ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے اور تم ہرگز اس میں شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

تو اب جو بھی آپ کے ساتھ حجت بازی کرے اور بحث میں الجھے دراں حالیکہ آپ کے پاس العلم آ چکا تو آپ اُن کو آخری بات کہہ دیجیے کہ اچھا لاؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تم بلا لو اپنے بیٹوں کو۔ ہم بلا لیتے ہیں اپنی عورتوں کو تم بلا لو اپنی عورتوں کو اور ہم بھی آ جاتے ہیں اور تم بھی آ جاؤ پھر ہم گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو' وہ اُس پر لعنت کر دے۔ یہ مباہلہ ہے اور اس کا موقع اس وقت ہوتا ہے جب حق روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہو اور آپ کو یقین ہو کہ میرا مخاطب پوری بات سمجھ گیا ہے' صرف ضد کی وجہ سے اڑا ہوا ہے تو اس وقت مباہلہ آخری شے ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر فریق مخالف کو اپنی سچائی کا یقین ہے تو وہ مباہلہ قبول کرے گا۔ اور اگر دل میں چور ہے اور وہ جانتا ہے کہ دوسرا فریق حق پر ہے تو وہ مباہلہ نہیں کرے گا۔ چنانچہ عیسائیوں کے 70 آدمی نجران سے آئے ہوئے تھے جن میں ابو حارثہ اور کرد بن علقمہ اُن کے دو بڑے لاٹ پادری تھے۔ اُن کے ساتھ کئی دن تک بحث و تمحیص کا معاملہ چلتا رہا' جب حق واضح ہو جانے کے باوجود بھی وہ ضد پر اڑے رہے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہیں مباہلے کا چیلنج دیا گیا جس سے انہوں نے انکار کیا' راہِ فرار اختیار کی اور چلے گئے۔

بے شک یہ ہے صاف صاف بات' اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی زبردست اور کمال حکمت والا ہے۔ اور اگر وہ پیٹھ موڑ لیں تو اللہ تعالیٰ مفسدوں کو خوب جانتا ہے کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

خزانہ' قیامت کے دن گنجا سانپ

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنْ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((یَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ یَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یَطْلُبُهٗ حَتّٰی یُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ)) (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تمہارا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا۔ اس کا مالک اس سے بھاگے گا' اور وہ اسے ڈھونڈتا ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو کاٹ کھائے گا۔''

خزانہ سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ ایسا مال سانپ بن کر مال کے مالک کی انگلیاں کاٹ کھائے گا کیونکہ اپنی انگلیوں سے مال جمع کیا مگر زکوٰۃ نہ دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
27	8 تا 14 جولائی 2004ء 19 تا 25 جمادی الاوّل 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیرِ انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

آسیان میں پاکستان کی شمولیت

❁ جمعہ' 2 جولائی کو انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتا میں جنوبی ایشیا کی ایک اہم علاقائی تنظیم آسیان ریجنل فورم (اے آر ایف) کا اجلاس شروع ہوا تو اس تنظیم کے موجودہ چیئرمین اور انڈونیشیا کے وزیر خارجہ حسن میرا جزا نے پاکستان کی طرف سے امن اور استحکام کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرنے کا اعتراف کرتے ہوئے اسے باضابطہ طور پر پاکستان کو اس تنظیم کا 24 واں رکن بنانے کا اعلان کیا۔

آسیان کی تنظیم ساٹھ کی دہائی میں امریکا نوازی اور کمیونزم کے خلاف وجود میں آئی تھی۔ جس طرح آج امریکا عراق کی جنگ کو صدام حسین کی آمریت سے نجات دلانے اور جمہوریت لانے کی جنگ کہہ رہا ہے' اسی طرح اُس زمانے میں ویت نام کی جنگ کو ویت نامیوں کو اشتراکیت اور کمیونسٹوں کے مظالم سے نجات دلانے کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے (امریکا کی ترغیب و اعانت سے) جنوبی ایشیا کے پانچ ممالک انڈونیشیا' ملائیشیا' فلپائن' تھائی لینڈ اور سنگاپور کو ایک تنظیم کی صورت دی گئی جو ''ایسوسی ایشن آف جنوبی ایشیا کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس کا مخفف آسیان (ASEAN) ہے۔ یہ پانچ ممالک مدتوں اپنے اپنے کمیونسٹوں سے نبرد آزما رہے ہیں۔ ان میں سے جس ملک نے بھی کمیونسٹوں کے لئے نرم گوشہ پیدا کیا' اُسے اقتدار سے محروم کر دیا گیا۔ سامنے کی مثال انڈونیشیا کے صدر احمد سوکارنو کی ہے۔

1990ء کی دہائی میں اس تنظیم نے عجیب کروٹ لی۔ اس علاقائی تنظیم کا بنیادی مقصد باہمی تجارت کو فروغ دینا تھا۔ اب یورپی یونین کی کامیابیوں کے پیش نظر' اُس کی طرز پر ''ایک معاشی وحدت'' بننے کا پروگرام بنانے لگی۔ یورپی یونین کی تقلید کا صاف مطلب امریکا کی بالادستی کا جُوا اتارنا تھا۔ امریکا' برطانیہ اور مغربی یورپ کی پیدا کردہ مشکلات کے باوجود ''آسیان'' جو **1967**ء میں قائم ہوئی تھی' گزشتہ **37** برس کے دوران میں نہ صرف علاقائی وسعت کے اعتبار سے بلکہ سٹریٹجک نقطۂ نظر سے بھی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ اس کے مستقل ارکان سنگاپور' تھائی لینڈ' انڈونیشیا' فلپائن' ویتنام' لاؤس' کمبوڈیا' برونائی اور میانمار (برما) ہیں' جبکہ چین' جاپان' اور جنوبی کوریا اس کے کلیدی شراکت دار ہیں۔ آسیان نے **2010**ء تک دنیا کا وسیع ترین ''فری ٹریڈ ایریا'' قائم کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور چین کی اعانت سے اس اقتصادی و تجارتی پروگرام کو عملی جامہ بھی پہنایا جا رہا ہے۔ دہشت گردی اور منشیات کے خاتمے کے لئے بھی آسیان نے منصوبے بنائے ہیں۔ اس کے علاوہ سنگل ایشیائی کرنسی کا معاملہ بھی زیرِ غور ہے۔ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں پر پابندی کے سلسلے میں بھی آسیان کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

1994ء میں ''آسیان'' کی نئی کروٹ کے بعد ہی سے پاکستان اس تنظیم کے اقتصادی و تجارتی فوائد سے مستفید ہونے کے لئے اس میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا تھا' لیکن واحد رکاوٹ بھارت بنا ہوا تھا جو اس تنظیم کا ایک بڑا اور بااثر رکن ہے۔ بھارت نے سیاسی وجوہ کی بنا پر پاکستان کی شمولیت کی مخالفت کی' بلکہ ایک مرحلے پر تو آسیان کی جانب سے سرکاری طور پر پاکستان پر کشمیر میں دراندازی کا الزام لگایا گیا تھا (ظاہر ہے بھارت کی تحریک پر)۔ جکارتا میں حالیہ اجلاس سے ایک روز قبل بھارت کے وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے ایک انڈونیشی اخبار کو دیئے گئے انٹرویو میں انکشاف کیا ہے کہ بھارت نے پاکستان سے یہ یقین دہانی حاصل کر لی ہے کہ پاکستان اس فورم پر کشمیر کا مسئلہ نہیں اٹھائے گا۔ بھارت کو اس طرح کی یقین دہانی کرنے کی ضرورت نہ تھی' کیونکہ اس تنظیم کے آئین کے تحت دوطرفہ تنازعات زیرِ غور نہ لانے کی شرط پہلے ہی موجود ہے۔ تاہم بھارت کے اس اعلان سے اس کا خبثِ باطن ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ پاکستان کو آسیان کی جو رکنیت حاصل ہوئی ہے' وہ بلاشبہ اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے مفید ثابت ہوگی' لیکن بھارت کے دیرینہ دوغلے رویے سے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی سخت ضرورت ہے۔ بھارت ہمیشہ ہر بین الاقوامی فورم پر پاکستان کو کاٹنے کی کوشش کرتا رہا ہے' اس وقت اُس نے پاکستان کے ساتھ نرم رویہ محض اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے' اختیار کر رکھا ہے' اور اسی لئے کشمیر کے تنازعے پر مذاکرات کرنے پر بھی آمادہ ہوا ہے۔ اس سلسلے میں امریکا اس کا مشیر' ہمدرد' معاون اور سرپرست بنا ہوا ہے۔ آسیان میں شمولیت پاکستان کے لئے خواہ بظاہر کتنی بھی سودمند ہو اور ہماری حکومت اس کو خواہ کتنا بھی اپنا عظیم کارنامہ قرار دے رہی ہو' ہمارا مشورہ یہی ہے کہ آسیان کے فورم پر بھی بھارت کے ڈنک سے خبردار رہنے کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے نقطۂ نگاہ سے اس معاملے کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اگر آسیان میں شمولیت کے نتیجے میں ہمارے اسلامی تشخص اور مسلم امہ کے مفادات کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے خیرباد کہنے ہی میں عافیت ہے۔ اس لئے کہ ع ''ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا''۔ ویسے بھی اس تنظیم میں پاکستان کی شمولیت بظاہر احوال بھارت کی موجودہ ''کشادہ دلی'' اور ''پاک بھارت دوستی'' کے نعرے کی مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ یاد رہنا چاہئے ؎

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(ادارہ)

عراق کی کٹھ پتلی حکومت

❁ ایک عراقی کہاوت ہے: گھوڑا وہی ہے' کاٹھی بدل گئی۔ یہ عراق کی عبوری حکومت پر صاق آتی ہے۔ جب 28 جون کو امریکیوں نے اقتدار بظاہر اس کے سپرد کیا' تو عراقیوں کو بے انتہا خوشی ہونی چاہئے تھی' یہ فطری بات لگتی ہے کہ وہ جشن مناتے مگر اس دن عراقی شبہات' بے چینی اور غم و غصے کا شکار تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان کے وطن میں پچھلے پندرہ ماہ سے موت اور تباہی کا کھیل کھیلنے والے اب بھی ان کے سینوں پر چڑھے بیٹھے ہیں۔

جب صدر بش کو علم ہوا کہ عراق میں انتظام عبوری حکومت نے سنبھال لیا ہے' تو انہوں نے کچھ یوں اپنے جذبات کا اظہار کیا' "آزادی کو پنپنے دو"۔ مگر عراقیوں کی اکثریت کے نزدیک ان الفاظ کے ذریعے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ انہیں اپنا وطن ایسی حالت میں واپس ملا ہے کہ وہ زخم زخم اور صدام حسین کے دور سے بھی بری شکل میں ہے۔ اب بھی عراق میں ڈیڑھ لاکھ غیر ملکی فوجی موجود ہیں جن میں امریکیوں کی اکثریت ہے اور مستقبل قریب میں ان کی واپسی کا کوئی امکان نہیں۔

دوسری طرف عبوری حکومت کو بہت کم عراقیوں کی حمایت حاصل ہے بلکہ ان کی اکثریت ان "دہشت گردوں" کے ساتھ ہے جنہیں امریکی اور اس کے حواری غیر ملکی قرار دیتے ہیں' حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ وہ عراقی ہیں جو اپنے وطن کو استعمار پسندوں سے نجات دلوانا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے وطن کے غداروں سے بھی مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ یہ بھی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ عبوری حکومت کے سربراہ سمیت سب وزیر امریکی پٹھو ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر برطانوی یا امریکی شہریت رکھتے ہیں اور ان کے خاندان بھی عراق میں مقیم نہیں۔ یعنی ہر اعتبار سے عراق پر امریکی قبضہ جاری و ساری ہے۔

غیر جانبدار ماہرین بھی یہی کہتے ہیں کہ عراقیوں کو اقتدار اعلیٰ واپس لوٹا دینے کی باتیں کھلا دھوکا ہیں۔ اس کا واضح ثبوت عراق میں ایک لاکھ اڑتیس ہزار امریکی فوجیوں کی موجودگی ہے' جو چودہ جنگی اڈوں میں مستقل بنیادوں پر مقیم ہیں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان فوجیوں پر کوئی عراقی قانون لاگو نہیں ہوسکتا۔ یعنی انہیں جو مرضی کرنے کی کھلی چھوٹ ہے۔ عبوری حکومت کا کردار حقیقتاً محض "مشاورتی" ہے ورنہ عراق اب بھی امریکیوں کی نو آبادی ہے۔

امریکی دراصل اس لئے عراق سے نہیں گئے کہ وہ عراق کی معیشت پر قبضہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں جس میں سیاہ دولت (تیل) ریڑھ کی ہڈی جیسی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے لئے معاشی نظام اب بھی امریکیوں کے ہاتھ میں ہے۔ امریکی بڑا چرچا کررہے ہیں کہ وہ عراق کی تعمیر نو میں مصروف ہیں مگر حقیقت میں تمام بڑے بڑے ٹھیکے امریکی کمپنیوں کو مل رہے ہیں' حتیٰ کہ عراقی کمپنیوں کو بھی ان سے دور رکھا جارہا ہے۔

تعمیر نو کے منصوبے کے لئے 20 ارب ڈالر رکھے گئے ہیں۔ یہ رقم زیادہ تر عراقی تیل کی فروخت سے حاصل ہوگی' مگر اس کا بہت بڑا حصہ امریکی کمپنیوں کی جیب میں جارہا ہے۔ ظاہر ہے امریکی سونے کا انڈہ دینے والی اس بطخ کو کیسے چھوڑ دیں؟ یہی وجہ ہے کہ عراقی عبوری حکومت کے ہر شعبے میں امریکی 'مشیروں اور ماہرین' کی فوج جمع ہے جن کے 'مفید مشوروں' پر عمل کرنا عبوری حکومت کے لئے ضروری ہے۔ دوسری طرف امریکا میں ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے جو امریکی فوج کو عراق سے واپس بلانا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ خسارے کا سودا ہے۔ امریکی بجٹ میں اس سال عراقی منصوبے کے لئے 151 ارب ڈالر رکھے گئے ہیں۔ اس منصوبے پر تنقید کرنے والے امریکیوں کا کہنا ہے کہ اتنی بڑی رقم سے آٹھ کروڑ امریکی بچوں کو صحت کی سہولیات فراہم کی جاسکتی ہیں یا تین لاکھ اساتذہ کو سالانہ تنخواہیں دی جاسکتی ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق عراق سے جنگ اور اس پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے ہر امریکی گھرانے پر 3415 ڈالر کا اضافی بوجھ پڑ گیا ہے۔

عالمی نقطۂ نظر سے 151 ارب ڈالر کی خطیر رقم سے دو برس تک کے لئے دنیا کے آدھے بھوکوں کو غذا مل سکتی ہے یا ایڈز کے مریضوں کو ادویات مل سکتی ہیں یا دنیا بھر کے بچوں کو امراض سے بچنے کے لئے ٹیکے لگ سکتے ہیں یا تمام ترقی پذیر ممالک میں صاف پانی اور صفائی کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔

امریکا اور عراق کے مابین جنگ مالی کے علاوہ جانی لحاظ سے بھی کم خطرناک ثابت نہیں ہوئی۔ 19 مارچ 2003ء سے اب تک عراق میں 850 امریکی فوجی ہلاک ہوچکے ہیں جبکہ 5134 زخمی ہوئے ہیں۔ یہ واضح رہے کہ جب یکم مئی کو بڑی جنگ ختم ہوئی تب تک صرف ڈیڑھ سو امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے' باقی بعد میں جھڑپوں کے دوران مارے گئے۔ اسی طرح 4593 امریکی فوجی بعد میں زخمی ہوئے۔

عراقیوں کا زیادہ جانی نقصان ہوا۔ امریکی حملے کے باعث اب تک 11317 عراقی شہری شہید ہوچکے ہیں جبکہ چالیس ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ مزید برآں امریکیوں سے لڑتے ہوئے تقریباً چھ ہزار عراقی فوجی بھی شہید ہوئے ہیں۔

صدام عدالت کے کٹہرے میں

❁ یہ حقیقت ہے کہ صدام حسین نے چوبیس برس تک آمر کی حیثیت سے حکومت کی اور مخالفوں کو ختم کرنے کے لئے جابرانہ ہتھکنڈے استعمال کئے مگر 1991ء میں شکست کے بعد اس میں پہلے جیسا دم خم باقی نہیں رہا۔ مگر نائن الیون کے واقعہ کے بعد صدر بش ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئے اور دعویٰ کیا کہ اس کے پاس تباہی پھیلانے والے خطرناک ہتھیار ہیں اور صدام کے القاعدہ سے روابط ہیں۔ بعد میں یہ دونوں دعوے جھوٹے ثابت ہوئے۔

صدام حسین پر اب سات الزام ہیں' مگر سب کو یقین ہے کہ بغداد میں اس کا مقدمہ انصاف پر مبنی نہیں ہوگا کیونکہ وہاں اس کے دشمن اقتدار میں ہیں۔ نیز عراق اب تک امریکی نو آبادی ہے اور جج فیصلے کرنے میں آزاد نہیں۔ شاطر امریکیوں نے صدام کو اس لئے عبوری حکومت کے حوالے کیا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ صدام کو سزائے موت دے گی۔ کیونکہ مقدمہ اگر کسی یورپی ملک میں چلائیں تو وہاں سے پھانسی کی سزا کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ اگر صدام کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا' تو یقیناً وہ لاکھوں عراقیوں اور مسلمانوں کے نزدیک ہیرو بن جائے گا اور امریکا سے نفرت میں اضافہ ہوگا۔

اسرائیل کی عیارانہ چال

پچھلے ہفتے اسرائیلی سپریم کورٹ نے اپنی حکومت کو حکم دیا کہ وہ مشرق وسطیٰ کی دیوار برلن کو جیسے کہ اسے کہا جاتا ہے' اس انداز میں تعمیر کرے کہ اس کے آس پاس آباد 35 ہزار دیہاتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ بظاہر اس فیصلے سے لگتا ہے کہ اسرائیلی عدالتیں بظاہر آزاد ہیں اور حق پر مبنی فیصلے کرتی ہیں۔ مگر یہ ایک عیارانہ چال ہے کیونکہ اس کے ذریعے اسرائیلی سپریم کورٹ نے دیوار کی تعمیر کو جائز قرار دے دیا' جس کے ذریعے فلسطین کے حصے بخرے کئے جارہے ہیں۔

اصل مسئلہ یہ نہیں کہ دیوار کی تعمیر سے دیہاتی متاثر ہیں یا نہیں' مسئلہ یہ ہے کہ پچھلے سینتیس برس سے تیس لاکھ فلسطینی اسرائیلی قبضے کے ذریعے ہر قسم کی تکلیفیں سہہ رہے ہیں اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے والا کوئی نہیں۔ امریکا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ 2005ء تک ریاست فلسطین معرض وجود میں آجائے گی' مگر وہ امریکی وعدہ ہی کیا جو ایفا ہوجائے۔ اس کے برعکس صدر بش نے اعلان کردیا کہ اسرائیل مغربی کنارے کا' کچھ علاقہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

اسرائیلی سپریم کورٹ کا فیصلہ حقیقتاً فریب کی نادر مثال ہے۔ اگر اسرائیلی عدالتیں حقیقتاً آزاد ہیں' تو انہیں چاہئے کہ وہ حق و انصاف پر مبنی فیصلہ دیتے ہوئے' دیوار کی تعمیر پر پابندی لگادیں کیونکہ وہ بین الاقوامی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ فلسطینی وزیراعظم احمد قریع نے درست کہا ہے' "یہ نسلی علیحدگی کی دیوار ہے لہٰذا اسے ہر حال میں گرنا چاہئے۔"

آج اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں بانی تنظیم اسلامی' ڈاکٹر اسرار احمد کے 25 جون 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج میری گفتگو کا موضوع ہے: ''موجودہ حالات میں اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت''۔ یہ موضوع ایسا ہے کہ ہر دردمند شخص اس کے بارے میں سوچتا ضرور ہے۔ آخر کیا وجہ ہے۔

ہیں آج کیوں ذلیل' کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں!

اس ذلت و پستی کا آخر سبب کیا ہے؟ علاج کیا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سائنس کے میدان میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہمارے بہت سے دانشور کہتے ہیں کہ ہماری سب سے بڑی ضرورت جمہوریت ہے۔ جمہوریت آ جائے تو ہمارے سارے دِلدّر دور ہو جائیں گے۔ اس کی مثال وہ ہمارے پڑوسی ملک کی دیتے ہیں۔

اصل میں کمی کہیں اور ہے۔ اس ضمن میں میرا ایک خاص تجزیہ ہے اور یہ کوئی آج کا نہیں ہے۔ بہت پہلے سے ہے۔ آخر ہمارا مرض کیا ہے' اس کی تشخیص کیا ہے' علاج کیا ہے۔ اُمت مسلمہ کو جو مرض لاحق ہے' بڑا دیرینہ ہے۔ یہ دو چار برس کی بات نہیں۔ دو چار صدیوں کی بات ہے۔ اصل سبب اور مرض کی اصل جڑ یہ ہے کہ بہ حیثیت امت مسلمہ ہمارا کام تھا' اللہ کے دین کی گواہی دینا اپنے قول اور عمل سے' نوعِ انسانی کے سامنے۔ ہمیں اُمت بنایا ہی گیا ہے اس مقصد کے تحت:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمت وسط بنایا ہے تاکہ تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر اور رسول گواہ ہو جائے تم پر۔''

سابقہ اُمت مسلمہ

لیکن آج ہم دنیا میں کسی ایک ملک کو بھی دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ آؤ دیکھ لو یہ ہے اسلام عملاً۔ یہاں اسلام صحیح معنی میں موجود ہے۔ ہم اگر عذابِ خداوندی میں مبتلا ہیں تو اپنی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے۔ دیکھئے ایک ظلم وہ ہے جو بُش کر رہا ہے۔ اُس کا ظلم نظر آ رہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ظلم و تشدد میں بُش کا ہاتھ ہے' لیکن درحقیقت اللہ کا ہاتھ ہے جو ہمیں عذاب دے رہا ہے۔ اللہ کی اجازت نہ ہو تو بُش کا ہاتھ ہل نہیں سکتا۔ ہمیں اللہ نے جو امانت دی تھی یعنی قرآن مجید' ہم نے اُس کے ساتھ خیانت کی۔ ہم نے محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ خیانت کی۔ پھر ہم کیوں نہ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوتے۔ اُمت آج جس عذاب میں مبتلا ہے' وہ بُش کا لایا ہوا نہیں' اللہ کا لایا ہوا عذاب ہے۔ اللہ کا عذاب روسیوں کے ہاتھوں چیچنیا پر ہو رہا ہے۔ فلپائنی عیسائیوں کے ہاتھوں فلپائنی مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ یہودیوں کے ہاتھوں فلسطین کے مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ بھارت کے ہاتھوں کشمیری مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ ہاتھ بظاہر کسی کا بھی ہے' اصل میں پیچھے ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ میں بارہا آپ کی توجہ اس نکتے کی طرف دلاتا رہا ہوں۔ اسلام سے پہلے بھی جو سابقہ امت مسلمہ تھی' جیسے موسیٰ کی امت۔ حضرت موسیٰؑ کوئی معمولی نبی نہیں تھے۔ وہ کلیم اللہ تھے۔ اُن پر کتاب توریت نازل ہوئی۔ قرآن مجید کا تیرہواں حصہ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے حالات پر مشتمل ہے۔ ساڑھے چھ ہزار قرآنی آیات میں سے ساڑھے پانچ سو آیات میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ لیکن اُن کی اُمت نے غفلت' کوتاہی اور نافرمانی کی' جس کے سبب اللہ کا عذاب اُن پر مسلط کر دیا گیا۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ تم ہی تو اُمت مسلمہ نہیں ہو' تم سے پہلے بھی اُمت مسلمہ تھی' اس کا جو حشر ہوا' کیا آپ نے کبھی غور کیا' اس کا مطالعہ کیا؟ آج سے پندرہ برس پہلے میری ایک کتاب چھپی تھی: ''سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتوں کا ماضی' حال اور مستقبل''۔ اس میں اسباب بیان ہوئے ہیں جن کی بناء پر سابقہ اُمتوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ آج موجودہ اُمت مسلمہ پر بھی انہی اسباب کی بناء پر اللہ کا عذاب نازل ہے۔

ابلیس کی مجلس شوریٰ

اور میں بار بار یہ بھی یاد دلاتا رہتا ہوں' معافی کی درخواست کے ساتھ کہ عذاب بڑھے گا' اور بڑھے گا' اور بڑھے گا۔ یہ ہے نقشے کی ایک طرف۔ اب نقشے کی دوسری طرف بھی دیکھتے ہیں۔ دوسری طرف مغرب دنیاوی اعتبار سے پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ ٹیکنالوجی کے لحاظ سے امریکا آسمان کو چھو رہا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے' اور اسی خاص نکتے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اُن پر ایک خوف مسلط ہے۔ کسی قوم پر خوف کا مسلط ہونا' یہ بھی عذابِ الٰہی کی ایک شکل ہے۔ القاعدہ اور دوسری جہادی تحریکوں کی ''دہشت گردی'' کا خوف تو انہیں ہے ہی۔ میں اس خوف کی بات نہیں کر رہا۔ اس وقت دنیا امریکا اور مغرب پر جو اصل خوف اُن پر طاری ہے' وہ خوف وہ ہے جو ابلیس کی زبان سے اقبال نے کہلوایا تھا۔ اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' تو آپ نے پڑھی ہوگی۔ نہ پڑھی ہو تو ضرور پڑھیے۔ اُن کے مجموعۂ کلام ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل ہے۔ اُن کی زندگی کی آخری نظموں میں سے ہے۔ یہ نظم انہوں نے 1936ء میں کہی تھی۔ ابلیس کے سب مشیر جب اپنے اپنے مشورے دے چکے تو ابلیس نے اپنی تقریر میں اپنا اصل خوف یوں ظاہر کیا۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار' آشفتہ مغز' آشفتہ مُو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی' تو اِس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
جانتا ہوں میں کہ یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری' بندۂ مومن کا دیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے' لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن' مرد آزما' مرد آفریں

یہ نظم ساٹھ برس پہلے کی ہے۔ ساٹھ برس پہلے زمانے کے تقاضے کیا تھے؟ اشتراکیت سیلاب کی طرح دنیا کے منظر نامے پر چھا رہی تھی۔ اُس وقت امریکا اور اس کے اتحادی اشتراکیت کے خوف سے کانپ رہے تھے کہ

کہیں سرمایہ داری نظام کا سفینہ نہ ڈوب جائے۔ پورا مشرقی یورپ اشتراکی نظام کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ روس کی خلائی سائنس امریکا اور یورپ سے کہیں آگے تھی۔ ساٹھ برس کے بعد اب عصر حاضر کے نئے تقاضے کیا ہیں۔ اشتراکی نظام اور اس کا جدلی مادیت کا فلسفہ ناکام ہو چکا ہے۔ سرمایہ داری نظام نے اُس کی وفات پر بغلیں بجائیں کہ اب ہمارا کوئی حریف نہیں رہا۔ چنانچہ انہوں نے ''نئے عالمی نظام'' کا نعرہ لگایا' جس کو اب وہ گلوبلائزیشن (جہان گیریت) کا نیا نام دینے لگے ہیں۔ اب عصر حاضر کا جدید ترین تقاضا ''جہان گیریت'' ہے۔ سرمایہ داری نظام کا جدید نعرہ یہ ہے کہ ''سارا جہاں ہمارا''۔ لیکن اُن کے دل میں ایک پھانس اٹکی ہوئی ہے کہ ہر عمل کے ایک ردِّعمل کی طرح ''جہان گیریت'' کا ردِّعمل کیا ہوگا؟

امریکی دانشوروں کا تجزیہ

امریکا کی ''رینڈ کارپوریشن'' کی ایک بہت بڑی رپورٹ شائع ہوئی ہے' جسے امریکا کا ''تھنک ٹینک'' کہا جاتا ہے۔ یہ کارپوریشن اعلیٰ ترین صلاحیتیں رکھنے والے' ذہین ترین' دانشور حضرات کو جمع کرتے ہیں۔ انہیں ایک مسئلہ دیا جاتا ہے اور اُس کا حل بھی دریافت کیا جاتا ہے۔ اُن کی پیش کردہ سفارشات اور تجاویز امریکا کے وزیرِ دفاع کو پیش کی جاتی ہیں اور اِن پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کارپوریشن کی ایک حالیہ رپورٹ نے مسلمانانِ عالم کے بارے میں ایک تجزیہ پیش کیا ہے' جس کی رُو سے مسلمانوں کے چار طبقات ہیں:

(1) بنیاد پرست (Fundamentalists) یہ لوگ اسلام کو ایک ضابطۂ حیات خیال کرتے ہیں' صرف مذہب نہیں' صرف عقائد و عبادات کا مجموعہ نہیں' بلکہ پورا زندگی کا نظام۔ یہ ہمارے دشمن ہیں' ہماری تہذیب اور ہمارے مذہب کے دشمن ہیں۔

(2) روایت پرست (Traditionlists) روایتی مُلا۔ یہ لوگ قال اللہ و قال الرسول میں مگن ہیں۔ اسلام کے بارے میں اُن کا جو تصور ہے' وہ نظام حیات کا نہیں۔ وہ ہمارے لئے براہِ راست خطرہ نہیں۔ لیکن اگر وہ بنیاد پرستوں کے ساتھ مل جائیں تو بہت بڑا خطرہ ہیں' اس لئے کہ اُن کی رسائی عوام تک ہے۔ اُن کے پاس مدرسے ہیں' مسجدیں ہیں' عوام ان کے قبضے میں ہیں۔

(3) جدیدیت پسند (Modernist) یہ لوگ اسلام کی ایسی تشریح و تعبیر کرنا چاہتے ہیں جو مغرب کے لئے قابلِ قبول ہے۔ یہ مغرب سے ہم آہنگ ہیں۔ یہ کام ہندوستان میں سرسید احمد خان نے شروع کئے تھے۔ اُن کے پیروکار' بڑے بڑے سکالرز آج کل بھی موجود ہیں' جو اسلام کے نام پر اسلام کو ''ڈی اسلامائز'' کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ ہیں ہمارے اصل ساتھی اور مددگار' ان کی تشہیر کرو۔ ان کی روپے پیسے سے اور ہر طرح سے مدد کرو۔

(4) سیکولر (Secular) یہ تو ہیں ہی ہمارے۔ ان کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ''تھنک ٹینک'' کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیاد پرستوں اور روایت پرستوں کو اکٹھا نہ ہونے دو' ورنہ تمہاری تباہی ہے۔ جدیدیت پسندوں اور سیکولر کو اکٹھا کرو اور اُن کی ہر ممکن مدد کرو۔

تہذیبوں کا تصادم

''رینڈ کارپوریشن'' کے تجزیے کو آگے بڑھایا' امریکی دانشور ہنٹنگٹن کے ایک مقالے نے جس کا عنوان تھا: "The Clash of Civilizations" جو بعد میں توسیع پا کر کتابی شکل میں چھپا۔ ''تہذیبوں کے تصادم'' کے نام سے اس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اشتراکیت کا خاتمہ ہونے پر امریکی دانشور فرانسس فکویاما نے کتاب لکھی تھی۔ ''تاریخ کا خاتمہ''۔ ہنٹنگٹن نے کہا' نہیں ابھی انسانی تاریخ کا خاتمہ نہیں ہوا۔ ابھی عالمی تہذیبوں کا تصادم اور ٹکراؤ جاری ہے۔ اُس نے اپنے تجزیے میں تفصیل سے بیان کیا کہ آج تک صرف' بیس تہذیبیں وجود میں آئی ہیں۔ اِن میں سے بارہ ختم ہو چکی ہیں اور ان کا نام نشان تک مٹ چکا ہے۔ باقی رہ گئیں آٹھ تہذیبیں۔ ان میں سے ایک ہماری مغربی تہذیب ہے' سات اور ہیں۔ ان سات میں سے پانچ ایسی ہیں جن سے ہماری کوئی مسابقت نہیں انہیں ہم اپنے اندر آسانی سے ضم کر سکتے ہیں' مثلاً ہندو تہذیب کہ راگ' موسیقی' رقص' عریانی وغیرہ ہمارے درمیان قدرِ مشترک ہیں۔

ہنٹنگٹن نے لکھا کہ دو تہذیبیں ہمارے لئے خطرناک ہیں۔ وہ ہمارے لئے لوہے کے چنے ہیں' جن کو چبایا نہیں جا سکتا۔ ایک کنفیوشس کی چینی تہذیب اور دوسرے مسلم تہذیب۔ ان دونوں تہذیبوں کے خطرات سے نمٹنے کے لئے امریکی دانشور نے جو سفارشات پیش کیں' امریکی حکومت اُن پر عمل بھی کر رہی ہے۔

(1) چینی تہذیب کو مسلم ممالک سے دور رکھو۔ یہ دو تہذیبیں کہیں آپس میں اتحاد نہ کر لیں۔ چنانچہ فوراً ''ایپک'' ادارہ بنایا گیا۔ (ایشیا پیسفک اکنامک کارپوریشن) یعنی چین کو مشرق سے ملا دو۔ چین کے مشرق میں کیا ہے۔ پیسفک اوشن' بحرالکاہل۔ امریکا کا مغربی ساحل۔ گویا امریکا کے مغرب اور چین کے مشرق کے درمیان کیا ہے' بحرالکاہل' پیسفک اوشن۔ چین کو مشرق کا رُخ دکھاؤ۔ وہ امریکا سے مل جائے گا۔ آس پاس کے اور درمیان کے جتنے بھی چھوٹے بڑے ملک ہیں ان کو ایک اقتصادی کارپوریشن میں مربوط و متحد کر دو۔

(2) مسلم ملکوں کے باہمی اختلافات کو خوب ہوا دو۔ ان کی باہمی عداوت و رقابت کو ابھارو۔ انہیں آپس میں لڑاؤ۔ چنانچہ مسلم ملکوں میں جو اتحاد پیدا نہیں ہو رہا ہے' جس کیلئے جمال الدین افغانی اپنی سی کوششیں کرتے رہے ہیں تو اس کی وجہ مغرب کی ریشہ دوانیاں اور سازشیں بھی ہیں۔ خصوصاً سنی شیعہ مناقشت کے ڈانڈے تو مغرب کی سازشوں ہی سے جڑے ہوئے ہیں۔

امریکا اور مغرب ہم سے خوفزدہ کیوں ہیں؟

میں عرض کر رہا تھا کہ امریکا اور مغرب ہم سے خوفزدہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیوں خوفزدہ ہیں؟ اس لئے کہ انہیں تاریخ کے کھلے ہوئے اوراق صاف نظر آ رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ چھپن ستاون مسلم ممالک سو دو سو تین سو برس تک ان کے غلام رہے ہیں۔ انڈونیشیا تین سو سال تک ولندیزیوں کے ماتحت رہا۔ برعظیم پاک و ہند دو سو سال تک انگریزوں کے تابع رہا۔ لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے بعد جب انگریز' ولندیزی' اطالوی' فرانسیسی' ہسپانوی ان ملکوں سے چلے گئے تو ایک اُمنگ پیدا ہوئی' اندرونی بیداری کی ایک لہر اٹھی۔ یاد آیا' ہاں ہمارا ایک دین تھا' ہمارا ایک قانون تھا' ہمارا معاشی نظام تھا جس میں سود حرام تھا۔ نشہ آور چیزیں حرام تھیں۔ یہ اُمنگ سب سے زیادہ شدت کے ساتھ' بیداری کی یہ لہر سب سے زیادہ توانائی کے ساتھ برعظیم پاک و ہند میں اٹھی۔ اسی لئے پاکستان بن گیا تھا' ورنہ انڈیا میں جو اقلیتی صوبے تھے' انہیں دنیاوی' معاشی اور مادی لحاظ سے پاکستان سے کیا لینا دینا تھا۔ کیا مدارس سے یوپی' سی پی' مہاراشٹر' گجرات کاٹھیاواڑ' بہار' حیدر آباد دکن پاکستان میں شامل ہو سکتے تھے؟ پھر وہاں کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ کیوں دیئے؟ ان کا فیصلہ یہ تھا کہ ہم پر جو گزرے گی' سہہ لیں گے۔ تم پاکستان بناؤ' اسے ایک مثالی اسلامی ریاست بنا کر دکھاؤ۔ آج تک ہندوستان کے مسلمان اس فیصلے کی قیمت ادا کر رہے ہیں۔ اُن کو یہ نعرے سننے پڑتے ہیں ''مسلمانوں کے دو استان: پاکستان یا قبرستان''۔

مغربی استعمار سے آزادی کی تحریکوں کے رہنما تو الگ الگ ملکوں میں موجود تھے' لیکن آزادی کے حصول کے بعد جو تحریکیں اٹھیں تو پورے عالم اسلام میں ایک لیڈر بھی نہیں تھا جس نے صور پھونکا ہو' وہی ایک صور جو جکارتا سے مراکش تک' نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک اثر پزیر ہوتا۔ یہی وقت کا تقاضا تھا۔ چند جماعتیں ابھریں' جنہوں نے اسلام کے احیاء کا نام لیا۔ انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی' برعظیم میں جماعت اسلامی اسی سلسلے میں تبلیغی جماعت کا نام بھی لیا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت نہیں لے رہا ہوں اس لئے

کہ اُن کا تصور مذہب کا ہے' دین کا نہیں۔تبلیغی جماعت نظام سے بحث ہی نہیں کرتی' اس لئے اس جماعت سے امریکا کی کوئی دشمنی نہیں ہے۔امریکا کی دشمنی اُس سے ہے جو اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کی بات کرتا ہے۔

افغانستان میں طالبان کی مثال

افغانستان میں کچھ دیر کے لئے اسلام کی بات چلی تھی۔عصرِ حاضر کے تقاضے کے ایک شکل واضح سامنے آئی تھی۔اسلامی نظام کا نفاذ تو بہت دور کی بات تھی۔صرف دو تین شرعی احکام نافذ کئے گئے اور اس کی برکات پورے افغانستان میں محسوس ہوئے۔مشرق سے مغرب تک انتہائی مؤثر و مستحکم امن و امان کی حالت۔کہیں لوٹ مار نہیں۔پورے افغانستان میں کوئی ٹول ٹیکس یا پھاٹک نہیں کہ یہاں سے ٹیکس ادا کر کے گزرو گے' ورنہ نہیں۔ایک حکم آیا اور پوست کی کاشت زیرو۔امریکا اربوں ڈالر خرچ کر رہا تھا کہ ہم سے پیسے لے لو خدا کے لئے یہ پوست کی کاشت بند کرو۔یہ ہمارے نوجوانوں کی زندگی تباہ کر رہی ہے۔ہماری نسل برباد ہو رہی ہے' لیکن طالبان کے ایک حکم سے کہ اسلام میں نشہ آور چیز حرام ہے' یہ لعنت فوراً ختم ہوگئی۔چنانچہ ہمارے ہاں کے آزاد خیال دانشور ڈاکٹر جاوید اقبال نے افغانستان کا ہفتہ بھر کا دورہ کرنے کے بعد کہا تھا: ''اگر افغانستان جیسے حالات چند اور مسلم ملکوں میں بھی ہو جائیں تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی''۔

اسی لئے امریکا نے طالبان اور ان کی حکومت کو تہس نہس کر دیا کہ کہیں یہ اسلامی نظام ابھر کر سر نہ اٹھا لے۔یہ ہے وہ خطرہ اور خوف' جس میں اس وقت مغرب اور خاص طور پر امریکا شدت کے ساتھ مبتلا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلم ممالک میں یہ تحریکیں ناکام کیوں ہو رہی ہیں۔آخر کوئی اسلامی تحریک کامیاب کیوں نہیں ہوئی۔تھوڑا بہت اسلام' شیعہ اسلام' شیعہ علماء کی حکومت ایران میں آئی۔وہ بھی ایک سیاسی تحریک تھی۔شاہ کی مخالفت جس میں کیمونسٹ بھی شامل تھے' جس میں لبرل اور سیکولر بھی تھے' مولوی اور مُلّا بھی تھے۔ہمارے پاکستان میں بھٹو مخالف تحریک اسلام کے نام پر چلائی گئی' لیکن اسے آرمی نے ہائی جیک کر لیا۔ایران میں شاہ مخالف سیاسی تحریک کو ہائی جیک کر کے لے گئے علماء' اور وہاں علماء کی حکومت قائم ہوگئی اور فدائین کا نام و نشان تک نہ رہا۔ان تحریکوں کی ناکامی کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ تحریکیں بھٹک رہی ہیں طریقہ کار کی تلاش میں۔ناکامی کے دو سبب ہیں۔دوسرے سبب پر تو میں آئندہ ماہ گفتگو کروں گا۔یہاں پہلا سبب بیان کرتا ہوں۔وہ ہے محمد ﷺ کے طریق کار (Methodology) سے انحراف' رسول کریمؐ کے طریق پر عمل نہ کرنا۔وہ ان سب تحریکوں میں مفقود اور ان کے رہنماؤں کی نظروں سے اوجھل رہا ہے' اور جو موجودہ زمانے کے چالو طور طریقے ہیں ان کو اپنائے ہوئے ہیں۔مثلاً الیکشن کے ذریعے سے اسمبلیوں میں جائیں گے اور اسلام نافذ کر دیں گے۔یہ خیال ایک فریب ہے' ایک دھوکا ہے' ایک فراڈ ہے۔اگر الیکشن کا راستہ اختیار نہ کیا جائے تو پھر دھونس' دھاندلی' اور دہشت گردی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔صرف یہی دو راستے رہ گئے ہیں۔صرف ایک مسلم ملک الجزائر ہے جہاں الیکشن کے ذریعے سے ایک اسلامی جماعت واضح اکثریت کے ساتھ اسمبلی میں پہنچ گئی تھی' اور قریب تھا کہ وہ مؤثر حکومت بنا کر اسلامی تعلیمات کے مطابق احکام جاری کرتی' کہ امریکا کی شہ پر الجزائر کی فوج نے حکومت کے ساتھ اسلامی جماعت کا بھی تختہ الٹ دیا۔

اس بے انصافی اور سازش کے خلاف ردِّعمل ہوا اور الجزائری عوام دہشت گردی پر اُتر آئے۔یہ راستہ بھی غلط۔غصہ اپنی جگہ درست ہے۔امریکا کے خلاف غصہ صحیح ہے۔

> اُمتِ مسلمہ کی اس وقت سب سے بڑی ضرورت' محمد رسول اللہ کا طریقِ انقلاب' اپنانے کی ہے۔اس طریقے کو پہچانیں گے۔اس پر عمل کریں گے تو یقیناً انقلاب آئے گا اور گمان غالب یہ ہے کہ ہمارے پاکستان اور افغانستان سے آئے گا۔

سارے عربوں کا غصہ صحیح ہے' خاص طور پر فلسطینیوں کا غصہ صحیح ہے۔افغانوں کا غصہ صحیح ہے۔عراقیوں کا غصہ صحیح ہے۔ہمارے ہاں کی جہادی تحریکوں کا غصہ صحیح ہے' لیکن غصے کی تحریکوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔آپ الیکشن کے طریقے سے اسلام نہیں لا سکتے۔غصے کے ردِّعمل کی تحریکوں سے اسلام نہیں لا سکتے۔ہمارے پاکستان میں ''متحدہ مجلس عمل'' کے ارکان خاصی تعداد میں اسمبلی میں پہنچ گئے' لیکن آج تک اسلام' شریعت اور اس کے نفاذ کے بارے میں انہوں نے کیا کیا۔وہ لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کے مسئلے پر لڑے۔نیشنل سیکورٹی کونسل کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔انہوں نے اسلام کا تو آج تک نام بھی نہیں لیا۔

رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب

کوئی تو رہنما ہو' کوئی تو جماعت ہو جو راستہ دکھائے۔سب اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔بے شک جذبہ ہے۔جان دینے سے بڑھ کر جذبہ اور کیا ہو سکتا ہے۔جوان لڑکیاں اپنے بدن سے بم باندھ کر دشمن سے ٹکرا رہی ہیں۔یہ جذبہ تو وہ ہے جو سب کو نظر آ رہا ہے۔اس سے بھی زیادہ شدید جذبہ وہ ہے جو سویا ہوا ہے' جو خاک کے نیچے آ گیا ہے۔وہ جذبہ جس کے تحت پاکستان بنا تھا۔وہ جذبہ جو ہمارے اجتماعی تحت الشعور میں ہے۔بہرحال اپنے تجزیے اور تجربے کی روشنی میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اُمتِ مسلمہ کی اس وقت سب سے بڑی ضرورت' محمد رسول اللہ کا طریق انقلاب' اپنانے کی ہے۔اس طریقے کو پہچانیں گے۔اس پر عمل کریں گے تو یقیناً انقلاب آئے گا اور گمان غالب یہ ہے کہ ہمارے پاکستان اور افغانستان سے آئے گا۔یہ دونوں مل کر ایک ہوں گے' کم سے کم مشرقی افغانستان ہم سے ملے گا۔یا پھر ہمارا پختون علاقہ ہم سے کٹ جائے گا۔دونوں میں سے ایک بات تو ہونی ہے۔ان دونوں کے ملاپ سے اسلام' سچے اسلام کے قیام' نفاذ کا آغاز ہوگا۔

میری آج کی گفتگو کا موضوع' جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ معلوم کرنا ہے کہ ''موجودہ حالات میں اُمت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے''۔اور وہ میرے تجزیے کے مطابق اسلامی یعنی محمدیؐ انقلاب کے طریقہ کار کے ضمن میں ضروری اجتہاد ہے۔اس جانب میں اپنی تالیف ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں پوری تفصیل کے ساتھ توجہ دلا چکا ہوں۔جن حضرات نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے' وہ نہ صرف یہ کہ میرے خیالات سے آگاہ ہیں' بلکہ متفق بھی ہیں۔میں نے 15 مئی کو الحمراء ہال لاہور میں اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے اور تازہ ترین بین الاقوامی سیاسی حالات کی روشنی میں اپنا پرانا تجزیہ ''رسولِ انقلاب کا طریقۂ انقلاب'' کے عنوان سے ایک تقریر کی تھی۔میں اپنی تمام تقریروں میں اسے ''شاہکار تقریر'' سمجھتا ہوں۔میں ڈھائی گھنٹے تک انتہائی انہماک اور بہ صمیم قلب بولتا رہا اور علالت اور نقاہت کے باوجود تکان نہیں ہوئی۔آپ حضرات سے درخواست ہے کہ آپ بھی از راہِ کرم وہ آڈیو کیسٹس حاصل کریں۔اور ایک مہم کے طور پر اپنے احباب اور اعزہ کو کھانے کی دعوت دیں اور یہ آڈیو کیسٹس ان کو سنائیں۔ویڈیو زیادہ بہتر رہے گا۔پھر سی ڈیز بھی موجود ہیں۔پھر کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' ہے۔یہ چیزیں حاصل کیجئے اور بڑے پیمانے پر پھیلائیے۔ہمارے اس مشن کا ساتھ دیجئے' اس لئے آج موجودہ حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے کہ طریق کار محمد رسول اللہ کی سیرتِ پاک سے اخذ کیا جائے اور جہاں حالات کی تبدیلی کے مطابق اجتہاد کی ضرورت ہو تو وہ بھی کیا جائے۔

اس موضوع کے دوسرے حصے بلکہ دوسرے سبب پر ان شاء اللہ آئندہ ماہ کے آخری جمعے کے خطاب میں روشنی ڈالوں گا۔

(اتار و تلخیص: مرتضیٰ احمد)

ہمارے مسلم حکمران

ایوب بیگ مرزا

اللہ ہم پر رحم کرے' ہمارا ہر حکمران اپنی حکمرانی کا آغاز ہی جھوٹ سے کرتا ہے۔ ہنگامی وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین اور مستقل وزیراعظم شوکت عزیز دونوں نے کہا ہے کہ جمالی پر حکومت چھوڑنے کے لئے کوئی دباؤ نہیں تھا اور وہ اپنی مرضی سے مستعفی ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہر پاکستانی جانتا ہے کہ جب سے ان کے خلاف مہم شروع کی گئی تھی' وہ بچاؤ بچاؤ کی پکار لگا رہے تھے بالکل اسی آدمی کی طرح جو کسی دریا میں ڈوب رہا ہو اور بچنے کے لئے پکار بھی لگا رہا ہو اور ہاتھ پاؤں بھی مار رہا ہو۔ جمالی بڑوں کے پاؤں پڑے' چھوٹوں کی خدمت میں حاضر ہوئے' یہ مبالغہ نہیں' عین حقیقت ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر سترھویں ترمیم کے تحت اپنی وردی وعدے کے مطابق اتار دیں گے۔ ظاہر ہے صدر مشرف نے اس پر غصے کا اظہار کیا ہوگا تو انہوں نے فوراً بیان دے دیا کہ اگر صدر وردی نہ اتارنے کا فیصلہ کریں گے تو یہ بھی قومی اور ملکی مفاد میں ہوگا یعنی اپنا تھوکا خود چاٹ لیا۔ کبیر واسطی قاسم مسلم لیگ کے صدر تھے۔ اس جماعت میں شاید صدر کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے جب مسلم لیگوں کو متحد کیا گیا تو ہر ٹکڑے کے صدر کو متحدہ مسلم لیگ کا نائب صدر بنا دیا گیا۔ ان صاحب نے جمالی کے خلاف صدر کو ایک خط لکھا یا ان سے لکھوایا گیا' اس خط کی میڈیا پر بڑی تشہیر کی گئی۔ کبیر واسطی صاحب کا عوامی سطح پر قطعی کوئی تعارف نہیں لیکن جمالی صاحب ان کے بھی گھر پہنچ گئے۔ ظاہر ہے وہاں بھی ہاتھ جوڑنے اور ناک رگڑنے کے سوا کیا ہوا ہوگا' وگرنہ کسی صف دوم بلکہ سوم کے سیاست دان کے ہاں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر بھی ہمارے نئے وزرائے اعظم یہ کہیں کہ جمالی صاحب اپنی مرضی سے گئے ہیں' نہ ان پر کوئی دباؤ تھا نہ انہیں کسی نے نکالا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ برطرف کئے جانے کے بعد بھی نئی حکومت کے بارے میں مثبت رویہ کیوں اپنائے ہوئے ہیں' نہ مشرف کے خلاف کچھ اگلا ہے اور نئے وزیراعظم سے بھی تعاون کر رہے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ برا ہو ان فائلوں کا جو فوجی صدر اپنے مقرر کردہ وزیراعظم کے حلف برداری کی تقریب کے فوراً بعد بنانی شروع کر دیتا ہے۔ شنید یہ ہے کہ جمالی کے بیٹے کی کرپشن کی فائلیں ان کے سامنے رکھ دی گئی تھیں۔ بہر حال پاکستان تاریخ کو سیاسی مواد مہیا کرنے کے معاملے میں ایک بار پھر دنیا کو مات دے گیا ہے۔ چوہدری شجاعت حسین وزارتِ عظمیٰ کی گدی پر براجمان ہو چکے ہیں اور شوکت عزیز مستقل وزیراعظم بننے کی بھرپور تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان کی خاطر اٹک کی نشست **NA59** سے چوہدری شجاعت حسین کی بھانجی ایمان وسیم اپنی نشست سے مستعفی ہو چکی ہیں اور سندھ کے وزیراعلیٰ کے حلقہ تھرپارکر سے بھی نشست خالی ہو چکی ہے۔ دونوں نشستوں پر **18** اگست کو انتخابات ہوں گے۔ پاکستان میں ضمنی انتخابات میں اپوزیشن کے سیٹ جیتنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ آج ہی کے اخبارات میں پنجاب اسمبلی کے ضمنی انتخابات کے نتائج شائع ہوئے ہیں۔ یہ انتخابات چار نشستوں پر ہوئے تھے سب کی سب نشستیں حسب توقع حکومتی مسلم لیگ نے جیت لی ہیں۔ ان انتخابات کے حوالے سے ایک تصویر بھی اخبارات میں شائع ہوئی ہے جس میں ایک خاتون ووٹر ووٹ ڈال رہی ہے اور ایک مسلح شخص گن سنبھالے اس کے سر پر کھڑا ہے۔ جن حلقوں میں مستقبل کا وزیراعظم انتخابات میں حصہ لے گا' وہاں کیا نہیں ہوگا۔ شاید عقیدت سے لوگ ووٹ کے ساتھ نوٹ بھی دیں۔ ہمارے حکمران خدا جانے عوامی نمائندگی کو کیا سمجھتے ہیں انہوں نے تو اسے کھیل بنایا ہوا ہے۔ اگرچہ کوئی پاکستانی پاکستان کے کسی بھی حلقہ سے انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے' آئین اور قانون مکمل طور پر اس کی اجازت دیتا ہے لیکن جمہوری اور سیاسی روایات بھی کوئی حیثیت رکھتی ہیں یا نہیں۔ ایک شخص زندگی میں شاید ان علاقوں میں کبھی گیا نہیں۔ وہ وہاں کے لوگوں کے مسائل سے مکمل طور پر ناآشنا ہے' لوگ اسے بالکل نہیں جانتے۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو شوکت عزیز کے نام سے بھی واقف نہیں ہوں گے' خاص طور پر تھرپارکر کے علاقے کے غریب لوگ' جہاں اخبار بھی اکثر عوام کی دسترس سے باہر ہوگا۔ انہیں کیا معلوم کہ شوکت عزیز عوام کو عزیز ہو نہ ہو سات سمندر پار ہمارے حکمرانوں کے آقاؤں کو کس قدر عزیز ہے۔ پاکستان کی تاریخ کے صفحات الٹیے ہمارا وزیر خزانہ غلام محمد ہو' غلام اسحاق خان ہو' شعیب ہو یا ایم ایم احمد' ان سب کی جڑیں سات سمندر پار ہوں گی اور بڑی گہری ہوں گی۔

اب آیئے صدر مشرف کی طرف۔ انہوں نے ایک ٹیلی فون کال پر طالبان کے معاملے میں یوٹرن لیا۔ القاعدہ کا لیبل لگا لگا کر مسلمان ممالک سے آئے ہوئے مجاہدوں کو دہشت گردی کا الزام دھر کر امریکہ کے حوالے کیا۔ (یاد رہے یہ مجاہدین ہماری آئی ایس آئی نے امریکی حکم پر بلائے اور تیار کئے تھے) وانا پر فضائی حملے کئے اور قبائلی جنہوں نے ہمیشہ پاکستان کا دم بھرا' انہیں ہلاک کیا۔ ان کے گھر بار کو تباہ کیا۔ عراق میں فوج بھیجنے کا اصولی فیصلہ کیا لیکن آیئے یہ مان لیتے ہیں کہ انہوں نے یہ سب کچھ گن پوائنٹ پر کیا اور ایک بڑی طاقت سے پاکستان کو بچانے کے لئے کیا۔ سوال یہ ہے کہ وہ فکری اور ذہنی انتشار کیوں پھیلا رہے ہیں۔ کیا امریکہ نے ایسا نہ کرنے کی صورت میں بھی پتھر اور دھات کی دنیا میں پہنچا دینے کی دھمکی دی ہے؟ اس مسئلہ پر دباؤ تو ڈالا جا سکتا ہے کہ ہم پر بمباری نہیں ہو سکتی۔ پھر نصابِ تعلیم میں پاکستانیت اور نظریہ پاکستان کو دفنانے کی سازشیں کیوں ہو رہی ہیں؟ ان آیات کو کیوں نکالا جا رہا ہے جن میں یہود و نصاریٰ کو دشمن قرار دیا گیا ہے۔ امریکہ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دے' طالبان کو انتہائی ظالمانہ طریقے سے ذبح کرے' انہیں کنٹینروں میں بند کر دے اور وہ دم گھٹ کر تڑپ تڑپ کر جان دے دیں' ننھے منھے خوبصورت افغان نونہالوں پر بمباری کر کے انہیں خون سے نہلا دے' وہ عراق میں وحشت اور درندگی کی تمام حدود عبور کر جائے' وہاں کی مسلمان عورتوں کی اجتماعی آبروریزی کی جائے' وہ قیدیوں پر کتے چھوڑ دے' لیکن ہمارے صدر صاحب کو چپ سادھے رہیں۔ افغانستان اور عراق کے مظلوم اور مجبور عوام ردعمل میں کچھ کریں تو مشرف صاحب کو اسلام یاد آ جائے کہ ہمارا اسلام دشمنوں سے بھی ایسا سلوک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یقیناً درست ہے کہ دینِ حق دشمنوں سے بھی شائستہ سلوک کی تلقین کرتا ہے لیکن قرآن حکیم یہ بھی تو اجازت دیتا ہے کہ مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے برابر بدلا لے سکتا ہے' البتہ زیادتی نہ کرے۔ مشرف صاحب امجد حفیظ کے اغوا کرنے والوں پر بڑے سیخ پا ہوئے ہیں۔ (وہ پاکستانی جسے عراق میں اغوا کر لیا گیا تھا اور اب رہا ہوا ہے) ٹیلی ویژن پر آ کر مولانا مشرف نے وعظ

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جو مسلمانوں کو اغوا کر کے ان کی زندگی سے کھیل رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں مسلمان تو کیا غیر مسلموں سے بھی ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ راقم کی رائے میں پاکستانی مسلمان کو اغوا کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کو جھنجھوڑا جائے کہ وہ امریکیوں کے بے دام غلام نہ بنیں۔ راقم کو پختہ یقین تھا کہ وہ لوگ صرف احساس دلا رہے ہیں امجد حفیظ رہا کر دیا جائے گا۔ رہا سوال امریکیوں یا جن ممالک کی فوجیں عراق میں غاصب اور قابض کی حیثیت سے موجود ہیں' جو وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں' معصوم اور بے گناہ شہریوں کا قتل عام کر رہی ہیں' انہیں عراق کی آزادی کی جدوجہد کرنے والے کیا پھول پیش کریں۔ کیا مشرف صاحب کو معلوم نہیں کہ قرآن آنکھ کے بدلے آنکھ' کان کے بدلے کان اور قتل کرنے والوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ عیسائیوں کو یہ کیوں نہیں بتاتے کہ تمہارے پیغمبر ایک گال پر تھپڑ مارنے والے کو دوسرا گال پیش کرنے کی تبلیغ کرتے تھے۔ راقم کوئی مفتی نہیں لیکن سیدھی سی بات ہے عراق کے لوگ غیر ملکی قابضوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں' وہ دشمن کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اگر دو امریکیوں کے سر قلم کر دیئے گئے ہیں تو صدر صاحب کو اتنا غم نہیں ہونا چاہئے جیسے کو تیسا۔ عراقی امریکہ کو بلانے نہیں گئے تھے۔ وہ دولت کے لالچ اور اسرائیل کی پشت پناہی کے لئے یہاں آیا ہے۔ عراقی اسے اپنا خون چوسنے کی اجازت کیوں دیں؟

تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ رویہ صرف پاکستان کے حکمرانوں کا نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے کم و بیش تمام حکمرانوں نے اسی نوع کا رویہ اپنایا ہوا ہے۔ وہ اپنے اقتدار اور تخت کی حفاظت میں بڑی طاقتوں خصوصاً امریکہ کے اشارۂ ابرو پر ناچتے ہیں اور اپنے عوام اور ملک کے مفادات کو پس پشت ڈالتے ہیں حالانکہ یہی امریکہ دنیا کے ہر خطے میں مسلمانوں کے دشمنوں کو عملی طور پر تقویت پہنچاتا ہے۔ عرب اسرائیل تنازعہ پر وہ شروع سے ہی اسرائیل کی پشت پر تھا۔ پہلے وہ پوشیدہ طور پر عرب کاز کے خلاف اسرائیل کی حمایت کرتا تھا اور فلسطینیوں پر اس کے مظالم کی جھوٹی سچی مذمت کر دیا کرتا تھا۔ اب وہ اسرائیل کی زوردار اور کھلم کھلا حمایت کرتا ہے اور اسرائیل جو مظالم فلسطینیوں پر ڈھا رہا ہے اسے اسرائیل کا حق قرار دیتا ہے اور اسرائیل کے کرتوتوں کے خلاف سلامتی کونسل میں قراردادِ مذمت کو بھی ویٹو کر دیتا ہے۔ لیکن مشرق وسطیٰ کے کم و بیش تمام مسلم ممالک کے سربراہان اپنے اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے کی خاطر امریکی صدر بلکہ اس کے درباریوں کی اشیر باد حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ پاکستان کے دشمن بھارت کو امریکہ اپنا سٹریٹیجک پارٹنر قرار دیتا ہے اور انتہائی خطرناک اور جدید اسلحہ اسے سپلائی کرتا ہے۔ کشمیر کے مسئلہ پر ہمیشہ اس نے ہمیں دھوکہ دیا۔ ترکی نے اپنی روایات' اپنی ثقافت اور اپنا سب کچھ امریکی دوستی پر قربان کر دیا لیکن وہ قبرص کے مسئلہ پر امریکی حمایت حاصل نہ کر سکا۔ مکمل طور پر یورپین کلچر اپنانے کے باوجود اور یورپ کے ساتھ ساتھ ملحقہ سرحدیں ہونے کے باوجود یورپین یونین کا ممبر بننے کے لئے اس کی التجائیں قبول نہ ہوئیں۔ کبھی امریکہ کا یورپ پر اتنا ہولڈ تھا کہ اس کے ایک اشارے پر ترکی کو ممبر بنا لیا جاتا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ قصہ مختصر دنیا کے ہر گوشہ میں امریکہ مسلمانوں کے مفادات کو تباہ کر رہا ہے بلکہ عالم اسلام کے دشمنوں کی بھرپور پشت پناہی کر رہا ہے لیکن مسلمان حکمران اس فکر میں غلطاں و پریشان رہتے ہیں کہ کہیں امریکہ ان سے ناراض نہ ہو جائے۔ او آئی سی ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ وہاں خفیہ اجلاس کی حرف بہ حرف رپورٹ امریکہ کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسے میں ہم اپنے اور اپنے حکمرانوں کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم ○○

اطلاع نامہ

برائے طلبہ قرآن کالج

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کی جانب سے گیارہویں جماعت (فرسٹ ایئر) برائے تعلیمی سال 2004ء۔2006ء کا داخلہ شیڈول جاری ہو گیا ہے۔ جس کی تفصیلات یہ ہیں:

(1) عام داخلہ بغیر لیٹ فیس (10 جولائی تا 26 جولائی 2004ء)

(2) لیٹ فیس' 20 روپے کے ساتھ داخلہ (27 جولائی تا 10 اگست 2004ء)

(3) لیٹ فیس' 300 روپے کے ساتھ داخلہ (11 اگست تا 11 ستمبر 2004ء)

(4) 10 جولائی تا 10 اگست' داخل کئے گئے طلباء/ طالبات کی رجسٹریشن ریٹرن فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ مورخہ 9 اکتوبر 2004ء ہے۔

(5) 11 اگست تا 11 ستمبر تک داخل کئے گئے طلبا/ طالبات کی رجسٹریشن ریٹرن فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ مورخہ 13 ستمبر 2004ء ہے۔

پرنسپل: قرآن کالج
191 اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور

منتخب تحریکی نظم

رَجَز

رحمان کیانی

هم پاک جواں جرأت و ہمت کے علمدار
ہم بندۂ حق اُمتی احمدِؐ مختار
کردار میں' گفتار میں کھینچی ہوئی تلوار
اور جنگ کے میدان میں فولاد کی دیوار
اَڑتے ہیں کہیں پر تو ہٹائے نہیں ہٹتے
آرے بھی چلیں سر پہ تو کاٹے نہیں کٹتے
دنیا کو ہے معلوم کہ ہم پاک مسلماں
سینوں سے لگائے ہوئے اللہ کا قرآں
سچائی پہ' انصاف پہ رکھتے ہوئے ایماں
انسان کی آزادی و عظمت کی نگہباں
ہے جب بھی پڑا وقت تو بڑھ چڑھ کے لڑے ہیں
اور آج بھی ہر طرح سے تیار کھڑے ہیں

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

(پہلی قسط)

اسلام اور سیکولرازم

(ایک تحلیلی وتقابلی جائزہ)

جب سے بھارت کے حالیہ انتخابات میں سابقہ حزبِ اختلاف یعنی کانگریس جیت کر اقتدار میں آئی ہے' پاکستان کے سیکولر نواز دانشوروں نے پھر انگڑائی لی ہے اور سیکولرازم کے حق میں پھر سے ان کے مضامین اور کالم اخبارات وجرائد میں نظر آنے لگے ہیں' حالانکہ اُن کو بار بار یہ سمجھایا جاچکا ہے (اور یہ بات اُن کی سمجھ میں آ بھی جاتی ہے) کہ سیکولرازم بے شک مذہب سے جتنی چاہے پنجہ آزمائی کرتی رہے' لیکن اسلام کو اپنی خون آشامی سے معاف رکھے' کیونکہ اسلام کا سیکولرازم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام دین ہے' مذہب نہیں۔ یہ بات انہیں دوبارہ سمجھانے کے لئے محترم ڈاکٹر ابصار احمد صاحب (صدر شعبۂ فلسفہ' پنجاب یونیورسٹی) کا یہ فکر انگیز مقالہ قندِ مکرر کے طور پر ''ندائے خلافت'' میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مقالہ آج سے ربع صدی پہلے پروفیسر وارث میر کے سلسلۂ مضامین کے جواب میں' جو مرحوم نے سیکولرازم کے حق میں' علامہ اقبال اور خلیفہ عبدالحکیم کو مدار بنا کر تحریر کئے تھے' قلم بند کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے سیکولرازم کی حقیقت ونوعیت کی تصریح کے ساتھ ساتھ جس خوبی سے اسلام اور مذہب کا فرق واضح کیا ہے' وہ اُنہی کا حصہ ہے۔ آپ بھی ملاحظہ کیجئے اور اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔ (ادارہ)

اہلِ علم کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ مختلف تہذیبی' علمی اور ثقافتی الفاظ وتصورات ایک خاص روایت سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا ایک مخصوص زبان سے گہرا تعلق ہوتا ہے اور بالعموم ان کا مفہوم کسی دوسری زبان کے ایک لفظ میں کاملاً منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ بالفاظِ دیگر اصطلاحات کے معانی ومفاہیم مختلف مباحث کے پس منظر (Context) میں یکساں نہیں رہتے اور یہ حقیقت مختلف تہذیبوں اور نظامہائے افکار کے تقابلی مطالعے میں بدرجۂ اتم واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔

میں اس مقالے میں قدرے تفصیل سے اس امر کا جائزہ لوں گا کہ ''ریلیجن'' یعنی مذہب اور ''سیکولرازم'' کے الفاظ اور ان کے جملہ مفاہیم کی کیفیت اسلام کے بنیادی اصول وفکر کے حوالے سے کیا رہتی ہے اور اس ضمن میں یہ بھی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا کہ آج کل بعض اصحابِ علم اور دانش ورکن مغالطوں کا شکار ہو کر اسلام اور سیکولرازم کے موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور بالکل غلط طور پر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کے افکار اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

''ریلیجن'' اور ''سیکولرازم'' کی مغربی فکر میں دوئی اور کسی حد تک نظری وفکری مخاصمت میرے خیال میں ناقابلِ تردید حد تک واضح ہے۔ ''سیکولرازم'' کی جو تعریف انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس مطبوعہ 1905ء (ایڈیٹر جیمز ہسٹنگز) میں دی گئی ہے اس کے مطابق انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں پیدا ہونے والی اس فکری تحریک کے پس پردہ مخصوص سیاسی اور فلسفیانہ محرکات تھے۔ اس کا نقطۂ نظر مذہب کے بارے میں اکثر و بیشتر منفی رہا ہے۔ انسانی زندگی اور ضابطۂ حیات کے بارے میں یہ ایک مکمل نظریہ ہے جس میں مذہبی اور مابعد الطبیعاتی معتقدات کی بجائے اصل زور مادی وسائل اور انسانی سوچ پر ہے۔ اگرچہ انگلستان میں اس نقطۂ نظر اور ''سیکولرازم'' کی اصطلاح کو رواج دینے والے سیاسی اور سماجی کارکن جارج جیکب ہولی اوک (1817-1906ء) کی کوشش تھی کہ اس فکر کو صرف سماجی خوشحالی' مادی ترقی اور سیاسی آزادی کے حصول کے لئے استعمال کیا جائے اور عیسائیت دشمنی کو اس کا لازمی عنصر نہ خیال کیا جائے۔ لیکن اس کے بعض اہم رفقاء بالخصوص چارلس بریڈلا' چارلس واٹس اور جی ڈبلیو فٹ مذہبی عقائد کی تردید پر مصر تھے اور مادی ترقی اور دنیاوی خوشحالی کے لئے ابطالِ مذہب اور الحاد کو ضروری تصور کرتے تھے۔ اس تحریک سے وابستہ افراد کا بنیادی فکر یہ ہے کہ مذہب اور سائنس کا تعلق دو علیحدہ اور مختلف دنیاؤں سے ہے ___ سائنس ہمیں اس مادی دنیا کا علم دیتی ہے چنانچہ ہر چیز یا ہر وہ علم جس کا تعلق اس آب وگل کی دنیا سے ہے' سیکولر ہے اور انسان کو چاہئے کہ وہ مختلف علومِ انسانی مشاہدات وتجربات اور عقل وخرد کی بنیاد پر زندگی کا لائحہ عمل طے کرے اور سیاسی ومعاشرتی نظام وضع کرے۔ سماجی و معاشرتی قوانین کا پہلو پہلے بھی عیسائیت میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رفعِ عیسیٰ کے بعد جلد ہی پال نے قوانین کا تعلیماتِ عیسیٰ سے بالکلیہ خارج اور ساقط کر دیا تھا اور مذہب کو صرف چند ناقابلِ فہم عقائد (Dogmas) تک محدود کر کے عملی زندگی' اخلاق اور قانون سے اس کا کوئی تعلق باقی نہ رکھا تھا۔ چنانچہ اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو تاریخی طور پر مذہبی یا ریلیجس اور دنیاوی یا سیکولر کی تقسیم دنیائے عیسائیت میں پہلے ہی موجود تھی۔ گذشتہ صدی کی سیکولرسٹ تحریک نے اسے زیادہ علمی اور سائنٹیفک انداز میں زوردار طریقے سے پیش کیا۔ اس میں جہاں ایک طرف سیاسی جبر واستبداد اور استحصالی قوتوں کے خلاف آواز اٹھائی گئی' وہاں دوسری جانب مذہب اور مذہبی اندازِ فکر کی بجائے انسانی فکری اور سائنسی منہاج کو دنیاوی معاملات ومسائل کے حل وکشود' ترقی اور سماجی بہتری کے حصول کی کلید قرار دیا گیا۔ اگرچہ سیکولر تحریک سے منسلک اکثر مفکرین نے وجود باری تعالیٰ' آخرت اور دوسرے مذہبی عقائد کی علمی طور پر تردید نہیں کی' لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ انہوں نے ان معتقدات کو مثبت طور پر لائقِ اعتناء اور غور وفکر کے قابل بھی نہ جانا اور یہ عدمِ توجہی کا رویہ بھی بڑی حد تک مذہب کی نفی پر منتج ہوا۔

ایک اہم یورپی مفکر C.A Van Peursen نے سیکولرازم کے نقطۂ نظر پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس کے تین اہم عناصر یا نکات کی نشاندہی کی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- Disenchantment of Nature
2- Desacralization of Politics
3- Deconsecration of Values

پہلے عنصر کے مطابق کائنات کسی مافوق الفطرت ہستی کی پیدا کردہ نہیں اور نہ ہی اسے کسی الوہی ہستی سے وابستہ سمجھا جاسکتا ہے۔ دوسرے نکتے میں سماجی اور سیاسی مسائل اور قوانین کی مذہبی تقدس سے علیحدگی اور تیسرے نکتے میں اقدار اور بالخصوص اخلاقی اقدار کا بالکلیہ انسانی

پسند و ناپسند پر انحصار اور خیر و شر کے مذہبی عقائد سے لاتعلق ہونا بیان کیا گیا ہے۔

گزشتہ صدی میں انگریز مفکر چارلس بریڈلا اور اس کے ساتھیوں کی الحاد پسندی اور اس صدی کے فلسفی ادیب وان پیورسین کی مندرجہ بالا تصریحات کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ پروفیسر وارث میر صاحب کے اس خیال میں کہ "یہ امر واقعی ہے کہ مغرب میں اس اصطلاح سے مذہب دشمنی یا لادینیت کبھی بھی مراد نہیں لیا گیا" کیا صداقت رہ جاتی ہے۔ اسلام اس کے بنیادی معتقدات اور اساسی فکر کا شعور رکھنے والے ہر شخص کے لئے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ "ریلیجن" اور "سیکولرازم" کے الفاظ اور ان کے مخصوص معانی جو یورپی فکر اور زبانوں سے مختص ہیں اسلام عربی اور اسلامی علمی ذخیرے میں قطعاً نہیں پائے جاتے۔ یہ صرف مغربی تعلیم کا اثر اور مغربی تصورات کی سحر کاری ہے کہ ہمارے ملک کے بعض دانشور اور صحافی حضرات بھی اسلام کی وحدت میں مذہب اور سیکولر رویئے کی دوئی کے قائل نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات شعوری یا غیر شعوری طور پر مذہب کا صرف ایک انتہائی محدود اور انفرادی زندگی یا رسمی عبادات (Prayers and rituals) سے متعلق دنیائے عیسائیت کا سا تصور رکھتے ہیں جس میں عقائد غیر محقق نا قابل فہم اور توہمانہ ہوتے ہیں۔ اور کتنا صحیح کہا ہے فرانسس بیکن نے کہ "توہم پرستی دہریت سے بدتر ہے۔ خدا کی نسبت بے اعتقادی ایسے اعتقاد کی نسبت بہتر ہے جو خدا کو ذلیل کرے اور اس کے شایانِ شان نہ ہو۔ پہلی حالت تو محض بے اعتقادی ہے اور دوسری خدا کی تذلیل و تحقیر۔ توہم پرستی بے اعتقادی کی نسبت زود تر بداخلاقیاں پیدا کرتی ہے۔ توہم پرستی مملکت کے لئے بھی خطرناک ہے۔ کیونکہ اس سے ایسی قوتیں پیدا ہو سکتی ہیں جو مملکت کی قوت سے بڑھ کر ہوں۔ اس حالت میں عقلمند مجبور ہوتے ہیں کہ احمقوں کی پیروی کریں۔"

سیکولرازم کے محولہ بالا تین باتیں مرکزی نکات کا اسلام سے تصادم وتخالف ملاحظہ فرمائیے:

از روئے قرآن زندگی کے حوادث اور کائنات کے مظاہر انسان کو کسی حقیقتِ ازلی کی خبر دیتے ہیں۔ یہ آیات نشانیاں ہیں ان حقائق کی جو نظر سے اوجھل ہیں لیکن بصیرت پر منکشف ہو سکتے ہیں۔ آیاتِ قرآنی کی طرح قرآن نے مظاہر فطرت کو بھی آیات کہا ہے۔ کیونکہ یہ تمام نشانیاں ہیں جو ایک حکیم و رحیم خالق کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ اور اس کا تقاضا کرتی ہیں کہ انسان میں وہ نظر پیدا ہو جائے جو منظور حقیقی کو براہ راست دیکھ سکے۔ اہلِ ایمان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین و آسمان کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں۔ (یتفکرون فی خلق السموت والارض۔ (آل عمران : آیت 191) اس اعتبار سے ایک سائنس دان وہی کام کرتا ہے جو ایک فطرتِ سلیم رکھنے والا شخص کرتا ہے۔ تاہم دونوں میں فرق یہ ہے کہ سائنس دان کا عمل صرف تحقیق و علم اور عملی ایجادات کے لئے ہوتا ہے اور مومن کا عمل عبرت' عرفانِ حقیقت اور اثباتِ توحید کے لئے۔ گویا سیکولرازم کے نقطۂ نظر کے برخلاف قرآن میں کائنات اور کائناتی واقعات کو ایمانی دعوت کے حق میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے۔ ایک سلیم الفطرت اور صاحب بصیرت انسان کو ساری کائنات صفاتِ خداوندی کا ظہور نظر آنے لگتی ہے۔ اسلام نے شرک اور اوہام کو ختم کر کے توحید کو غالب کیا اور اس طرح اس ذہن کو فروغ دیا جس نے عالمِ فطرت کی تحقیق کا راستہ کھولا۔ مسلمانوں کی سائنسی تحقیق اور ترقی کے سلسلے میں عقیدہ توحید کی اہمیت کو بریفالٹ اور آرنلڈ ٹائن بی (1886-1675) نے بھی واشگاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

(جاری ہے)

خطاب جمعہ - والیم-VI

جس میں 7 مارچ 2003 تا 21 نومبر 2003 تک کے تمام خطابات جمعہ یکجا کر دیے گئے ہیں

مقررین:

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی)
حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی)
عبد الرزاق صاحب (ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان)
رحمت اللہ بٹر صاحب (ناظم دعوت)
شاھد اسلم صاحب (ناظم تربیت)

پیشکش: شعبہ سمع و بصر

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن
قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501-42-92 فیکس: 92-42-5834000
www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org

Where Islamic Traditions Interact with Modern Education

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

محکمہ تعلیم اور لاہور بورڈ سے الحاق شدہ (داخلہ جاری ہے)

ایف اے (آرٹس)، ایف اے (جنرل سائنس) اور آئی سی ایس

☆ طالبات کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں والدین کی مشکلات کا بہترین حل ☆ پک اینڈ ڈراپ سروس ☆ انتہائی مناسب فیسیں

☆ ذہین اور مستحق طالبات کے لئے وظائف

برائے رابطہ و پراسپیکٹس:

78، سیکٹر اے ون ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5114581

کرے مونچھوں والا' پکڑا جائے داڑھی والا

مسلم برنی

"ندائے خلافت" کا تازہ شمارہ نمبر 24 آج ہی موصول ہوا۔ ہم نے حسب معمول اس پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ اس میں چونکہ ہمارا کوئی مضمون نہیں تھا' اس لئے تھوڑا سا پڑھ پڑھا کر رکھ دیا۔ اس دوران بیٹی کا فون آیا کہ ابو اس شمارہ میں آپ کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ ہم تو جیسے اچھل پڑے۔ ہم نے ذرا پھرتی سے پھر ورق گردانی کی۔ اب اس زمانہ میں جہاں نفسانفسی کا عالم ہے' کون کس کی تعریف کرتا ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ برائی نہیں کی جاتی۔ عینک کو اوپر نیچے اچھی طرح لگا کر دیکھا تو "ایڈیٹر کی ڈاک' پر نظر پڑی' جس میں شکاگو (امریکہ) سے محترمہ رعنا خان نے یوں تحریر فرمایا کہ "اس امید کے ساتھ کہ جس طرح آپ نے مسلم برنی صاحب کی ضرورت رشتہ اور دعائے مغفرت وصحت کے سلسلہ میں دی گئی تجاویز پر غور عمیق فرماتے ہوئے ان پر عمل بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ میری درخواست کو بھی درخور اعتنا گردانیں گے۔" یہاں تک تو ہمارا ذکر خیر ضرور ہے بلکہ ہمیں درخواست کا سہارا بننے کی سعادت عطا فرمائی گئی ہے' لیکن تعریف کا پہلو نہیں نکلتا۔ آگے پڑھا۔ تحریر فرماتی ہیں اور اسے لکھتے ہوئے سچی بات ہے کہ میں پھولا نہیں سمارہا۔ "مسلم برنی کی مزاحیہ تحریر ایک اچھی کاوش ہے۔ ایسی تحریریں وقتاً فوقتاً شائع کرنے سے پڑھنے والوں کے ادبی ذوق کی تسکین کے ساتھ ساتھ یکسانیت میں ہلچل پیدا کرنے کا باعث بن سکیں گی۔" افسوس کہ پاکستان میں ہماری قدر کرنے والا کوئی نہیں رہا' قدر ہو بھی رہی ہے تو امریکہ سے — قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری — بزرگوں نے ٹھیک کہا ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر — امریکہ کے لوگ ہم جیسے ہنرمندوں کی قدر کرنا جانتے ہیں!

اپنے مراسلہ شریف میں محترمہ رعنا خان نے انیسہ عبدالخالق صاحبہ کی بھی تعریف کی ہے' لیکن وہاں ذرا ڈنڈی مار گئی ہیں۔ لکھتی ہیں کہ "انیسہ عبدالخالق کی تحریریں بہت ادبی پائے کی ہوتی ہیں' آپ سے گزارش ہے کہ عام استفادے کے لئے ان کی تحریروں میں موجود مشکل الفاظ کے معنی بھی تحریر کے اختتام پر درج کئے جائیں۔" میں رعنا خان صاحبہ کی رائے سے ایک سو ایک فیصد متفق ہوں' البتہ ان سے دست بستہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ یہ خاکسار لکھیلا کچھ زیادہ لیکن پڑھیلا کم ہے' اس لئے وہ میرے بارے میں تحریر کردہ جملوں میں "غور عمیق" (خاص طور پر "عمیق") اور "درخور اعتنا" کے آسان الفاظ میں معنی تحریر فرما دیں تو ممنون ہوں گا۔ میں جو سمجھا ہوں "در" کے معنی دروازہ' "خور" کا مطلب کھانے والا جیسے مفت خور' اب رہا "اعتنا" تو یہ سمجھ نہیں آ رہا۔ شاید "استثناء" سے اس کا تعلق ہو۔

میں یہ سب کچھ بے دھیانی میں لکھ تو گیا مگر اب سوچ رہا ہوں کہ یہ دو محترماؤں (یا محترمات) کا اپنا مسئلہ ہے' دونوں ماشاءاللہ پڑھی لکھی ہیں' وہ خود نبٹ لیں' ہمارا معاملہ تو "ہم سخن در ہیں' غالب کے طرفدار نہیں" والا ہے۔

خوب یاد آیا کہ ایک بہت ہی ضروری بات لکھنے سے رہی جاتی ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں قاضی عبدالقادر' جن کی تحریریں "ندائے خلافت" کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ لیکن ہماری اور ان کی تحریروں کا کیا مقابلہ' وہ بات کہاں ملا مدن کی سی۔ اب آپ کو کیا بتائیں کہ لکھا ہم نے اور پھنس گئے قاضی صاحب۔ یعنی کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے ڈاڑھی والا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پچھلے دنوں ہم نے بیٹھے بٹھائے اپنے کالم "تکلف برطرف" میں ضرورت رشتہ' دعائے مغفرت وصحت کے اعلانات کے سلسلہ میں چند مفید مشورے دیئے تھے جن کا ذکر محترمہ رعنا خان نے بھی اپنے مراسلہ میں کیا ہے۔ اس کا شائع ہونا تھا کہ وہ دن اور آج کا دن' یعنی شمارہ نمبر 20 سے لے کر تازہ شمارہ نمبر 24 تک تمام شماروں میں قاضی صاحب کے مضامین یا ان کی منتخب کردہ نظم کے نیچے پابندی سے "ضرورت رشتہ" کے اشتہارات شائع کئے جا رہے ہیں۔ قاضی صاحب میرے گلے پڑ گئے کہ یہ سب کچھ کیا دھرا تمہارا ہے۔ ہم نے کہا' بھائی قسم لے لو' ہم ایسی حرکت نہیں کرسکتے۔ اشتہار دلواتے تو شوق سے اپنے کالم کے نیچے۔ لیکن تم کیوں برا مانتے ہو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟ کیا تمہارے مضمون کے نیچے "ضرورت رشتہ" نہیں تو "دعائے مغفرت" کے اعلانات دیئے جایا کریں تاکہ مرحوم کے ساتھ ساتھ مفت میں تمہارے لئے بھی دعائے مغفرت ہوتی رہے! قاضی صاحب کو کچھ غصہ آ گیا۔ کہنے لگے میں ابھی مدیر صاحب کو لکھتا ہوں کہ ہم باز آئے ایسے "رشتوں" سے۔ اٹھالو پاندان اپنا۔ انہیں کہیں اور منتقل کر دیں۔ ہم نے قاضی صاحب کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کارٹون کا قصہ سنایا۔ وہ ایوب خان کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں آج کل جیسی دہشت گردی کا تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا' بس زیادہ سے زیادہ احتجاج کرنا ہوتا تو بھوک ہڑتال کر دی۔ اس کے لئے بھوک ہڑتالی کسی معروف جگہ پر چھوٹا سا شامیانہ لگا کر اور اس پر بینر سجا کر بیٹھ جاتے تھے۔ چہرے پر اداسی اور مسکنت اور آواز میں کمزوری پیدا کر لی جاتی تھی۔ "روزنامہ جنگ" کراچی میں اسی زمانہ میں ایک کارٹون شائع ہوا تھا کہ شامیانہ کے نیچے چند بھوک ہڑتالی تشریف فرما ہیں اور قریب ہی ایک ٹھیلے والا کھڑا ان کو دکھا دکھا کر گرم گرم پکوڑیاں تل رہا ہے۔ کارٹون میں بھوک ہڑتالی کہہ رہے ہیں کہ یہ ٹھیلے والا ضرور C.I.D کا کارندہ ہے' سرکار کو ہماری بھوک ہڑتال ختم کرانے کی یہ عجیب ترکیب سوجھی ہے کہ ہم بھوک ہڑتال کو رکھیں ایک طرف اور "توبہ کو توڑ تاڑ کر تھرا کے پی جائیں" — چنانچہ میرے بھائی قاضی صاحب محترم' یہ کسی سازش کے تحت تمہیں زیر دام لایا جا رہا ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کجا کہ تم ناراض ہو رہے ہو' جاؤ پاؤ کلو مٹھائی کا ڈبہ ایڈیٹر صاحب کو دے آؤ۔" — یہ کہنا تھا کہ قاضی صاحب کا غصہ آسمان تک چڑھ گیا اور اس سے پہلے کہ زبانی جمع خرچ کے بعد بات رفع یدین تک پہنچے' ہم وہاں سے چمپت ہو لئے کہ ہمیں بزرگوں کا کہا یاد تھا:

ہو جائے کہیں جو کھٹ پٹ
تو بھاگ وہاں سے جھٹ پٹ

دعائے مغفرت

ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارتی معاون اور پروف ریڈر فریداللہ مروت کے نانا صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے ان کی مغفرت اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حساباً یسیرا

عورت کی مظلومیت

تمام عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایک آواز ہو کر ریاست اور معاشرے سے اپنے حقوق منوائیں اور تجارتی مقاصد کے لئے عورت کا استحصال بند کروائیں۔

مظہر علی ادیب

کہا جاتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں عورت اللہ تعالیٰ کی مظلوم مخلوق تھی۔ معاشرے میں اسے سخت حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا' طرح طرح کے توہمات اس کی ذات کے ساتھ وابستہ کئے جاتے تھے' گھروں میں باندیوں سے بدتر سلوک اس کا مقدر تھا' سوسائٹی میں رائے' مشورے اور تنقید و احتساب کا حق اسے قطعاً نہ تھا۔ بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی عائد نہ تھی۔ وراثت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہ تھا۔ زندگی کے کسی شعبے میں بھی اس کی شہادت قابلِ قبول نہ تھی۔ حد تو یہ ہے کہ پیدا ہوتے ہی عورت کو زندہ قبر میں گاڑ دیا جاتا تھا۔

آج کا دور دورِ جاہلیت نہیں بلکہ دورِ تہذیب و ترقی کہلاتا ہے۔ یہ اندھیروں کا نہیں روشنیوں کا زمانہ ہے' حقوق کی پامالی نہیں بلکہ حقوق کی تحصیل و بحالی آج کا موضوعِ بحث ہے۔ غلامی کا دور ختم ہوا اب آزادی کا زمانہ ہے' عورت اب ملکی انتخابات میں حصہ لے سکتی ہے' ووٹ دے سکتی ہے' اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہے' چھوٹے سے چھوٹے دفتر سے لے کر بڑے سے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں تک کے دروازے اس کے لئے کھلے ہیں۔ شہادت' رائے' مشورہ' تنقید' احتساب اور وراثت کے تمام حقوق اسے آج آئینی طور پر حاصل ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ملکوں کی سربراہی بھی اسے عملاً حاصل ہے۔ کھیل کود کے میدان میں بھی اسے اپنے جوہر دکھانے کی آزادی حاصل ہے۔ لیکن افسوس مجموعی طور پر عورت جتنی مظلوم کل تھی اتنی ہی آج بھی ہے' اس کے لئے دورِ جاہلیت ابھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوا' آج کی آزادی کئی غلامیوں کو اپنے جلو میں لے آئی ہے' اس وقت بھی اس کے حقوق بحال کم اور پامال زیادہ کئے جا رہے ہیں۔ آخرت سے بے خوف والدین کل بھی اپنی بیٹیوں کو جائیداد میں شرعی حصے سے محروم رکھتے تھے اور آج بھی محروم رکھتے ہیں۔ پہلے کی طرح آج کل بھی اس کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور سب سے بڑا ظلم اس دور میں جو اس پر روا رکھا جاتا ہے وہ ہے تجارت کے فروغ کے لئے اس کا بے دریغ استعمال۔ میری نظر میں یہ ظلم ایک ایسا ظلم ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی نام نہاد آزادیوں' مراعات' حقوق' ہمدردیوں کو قطعاً بے معنی بنا کر رکھ دیا ہے۔

جب میں کسی دکان پر شوگرل یا شاپ گرل کو جوتے یا کپڑے بیچتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اس کی مظلومی پر آبدیدہ ہو جاتا ہوں' یہ عورت کے جسمانی حسن اور اس کی نسوانی کشش کا کھلا استحصال ہے' یہ عہدہ اسے اس اخلاقی بنیاد پر نہیں ملتا کہ وہ بیروزگار ہے یا معاشی طور پر بدحال ہے یا یہی سہی کہ اس کی تعلیم اس عہدہ سے متعلق ہے' بلکہ محض اس تجارتی بناء پر ملتا ہے کہ اس کی موجودگی گاہکوں کی کشش کا باعث بنے گی اور اس طرح مالک یا مالکوں کی دکان چمکے گی۔

عورت کا وہ مقدس جسم جو سوائے شوہر کے کسی دوسرے شخص کے سامنے بے لباس نہیں کیا جا سکتا اور جس کو چھونے کی یہاں تک حرمت ہے کہ عورت اپنے جسم کو چھونے والے یا چھونے کی کوشش کرنے والے مرد کو قانوناً ہلاک کر سکتی ہے' آج اسے بلا تامل فلمی سکرین پر نیم برہنہ کیا جا رہا ہے اور محض چند سکوں کا لالچ دے کر اس سے وہ تمام کردار ادا کروائے جا رہے ہیں جو عورت عام حالات میں کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ ناقص کہانی' بے کیف مکالموں' گھسی پٹی موسیقی اور بے روح منظر ناموں جیسے عیوب پر عورت کے جسم کا پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ فلم میں اس کے رول کا مقصد صرف مردوں کی جنسی آسودگی اور ان کے سفلی جذبات کو بھڑکانا ہوتا ہے۔ اس کے فطری جذبہ نمائش سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ فلم میں جو کچھ عورت آج کرتی ہے وہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ اور اس کی حیات کی سب سے بڑی غلامی ہے۔

نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ عورت اب ہوٹلوں اور کلبوں میں بھی مردوں کو اپنے عشوہ و انداز سے محظوظ کرنے لگی ہے' وہ حاضرین کو خود چائے پیش کر کے' انہیں گانا سنا کر' ان کے سامنے ناچ کر' ان کے ساتھ ڈانس کر کے ہوٹلوں کے کاروبار کو چمکاتی ہے اور یوں اپنی نسائیت کا جنازہ خود اپنے ہاتھ سے نکالتی ہے۔

آج نئی تہذیب کے جدید تقاضوں نے عورت کی نیم برہنہ تصویر کو ہر بوتل' ڈبے' شیشی' پیکٹ' اخبار' رسالہ اور کتاب کے اوراق پر ناگزیر بنا دیا ہے۔ یہ عورت کی نسائیت اور اس کی عظمت کے تقدس کی ہر طرح کھلی پامالی ہے۔ صنعت کار خواہ سائیکل' سکوٹر اور کار سے متعلق ہو یا اس کا تعلق ادویات' جفت سازی اور پان بیڑی سگریٹ فروخت کرنے والے ادارے سے ہو' وہ اپنی صنعت اور تجارت کے لئے عورت کے نیم برہنہ جسم کو استعمال کرنا اپنے لئے فرض تصور کرتا ہے۔ پنکھا اگر تیز چلے گا تو دوپٹہ عورت کا ہلے گا اور وہ ہل کر سینے سے نیچے ضرور ڈھلکے گا۔ ٹی وی سکرین پر اگر صاف تصویر آئے گی تو وہ ننگے سر صرف کسی فیشن ایبل لڑکی کی آئے گی مرد کی ہرگز نہیں آ سکتی۔ سائیکل اور سکوٹر اگر مضبوط اور پائیدار ہیں تو ان کے ہینڈل ایک مضبوط خوبصورت نیم برہنہ جسم والی لڑکی کے ہاتھوں میں تھمے ہونے ضروری ہیں' اگر پنسل دوات کاپی وغیرہ عمدہ کوالٹی کی ہے تو اس پر کسی عمدہ نوجوان حسین و جمیل خاتون کی تصویر طبع ہونا ضروری ہے۔ یہ سب کچھ عورت کی تذلیل اور اس کی سخت توہین ہے۔

تمام عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایک آواز ہو کر ریاست اور معاشرے سے اپنے حقوق منوائیں اور تجارتی مقاصد کے لئے عورت کا استحصال بند کروائیں۔ معاشرے کا ہر فرد' وہ دفتر' ادارہ یا کارخانہ جو عورت کو اظہارِ ستر پر مجبور کرتا ہے' قابلِ مواخذہ قرار دیا جانا چاہئے۔ عورت کے معاشرتی کردار میں تقدس اور پاکیزگی کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس کا جسم تجارتی مقاصد کی خاطر تخلیق نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے محاسن جسم و ذہن گھر کی زینت تو بن سکتے ہیں مگر بازار و منڈی کی رونق ہرگز نہیں بن سکتے۔ قدرت نے عورت میں شرم و حیا کے احساسات مٹنے اور مٹانے کے لئے نہیں پیدا فرمائے بلکہ قدرت نے ان کی تخلیق کے ذریعہ عورت کی عفت مآبی کا سامان فراہم کیا ہے۔ جو معاشرہ روزی کا لالچ دے کر عورت کو اس کی فطری شرم و حیا سے محروم کرتا ہے' صنفِ مخالف کی حیوانی خواہشات کی تکمیل کے لئے قانون اور مذہب کی ہر بندش سے آزاد ہو کر استعمال کرتا ہے یا اس کی شان سے گرے ہوئے امور کی انجام دہی کے لئے بروئے کار لاتا ہے' وہ عورت کا سب سے بڑا دشمن ہے' اسے جلد یا بدیر مٹنا ہی چاہئے اور اس کی جگہ ایک صالح اور عورت دوست معاشرہ قائم ہونا چاہئے۔ معاشرہ عورت سے ضرور جائز کام لے لیکن اس کے کپڑے اتار کر نہیں کپڑے پہنا کر' حیوان بنا کر نہیں اسے انسان کے مرتبے پر رکھ کر کام لے۔ عورت کی برہنگی تہذیب و شائستگی نہیں یہ تو حد درجہ کی بدتہذیبی اور غیر شائستگی ہے' یہ روشنی نہیں یہ تاریکی ہے' آزادی نہیں غلامی ہے' باعثِ عزت نہیں بلکہ موجبِ تذلیل و توہین ہے' یہ عورت کو کچھ دینا نہیں بلکہ اس سے سب کچھ چھین لینا ہے۔

رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب

مشتاق شباب

۞ شاہ بلیغ الدین ایک عرصے تک سرکاری نشریاتی اداروں پر اپنی خطاب کے جوہر دکھاتے رہے' ان کا اپنا ایک خاص سٹائل تھا جو اور کسی مذہبی سکالر میں نظر نہیں آیا وہ خوبصورت تمثیلی انداز میں ایک دینی مسئلہ سمجھانے کی کوشش کرتے اور نہایت دلچسپ پیرائے میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر سننے والے کے دل و دماغ میں بٹھا دیتے۔ پھر ان کا داخلہ نشریاتی اداروں میں ممنوع قرار دیا گیا۔ ایسا ہوتا ہے' ہوتا چلا آ رہا ہے کہ وقت کے حکمرانوں نے بعض دینی سکالروں پر ''سرتابی'' کی وجہ سے ان کا تعلق سرکاری نشریاتی اداروں کے ساتھ ختم کر دیا' اس کے بعد کوئی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ اس مخصوص سٹائل کو اپنانا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں تھا۔ ان کی تقاریر روشنی کے نام سے کتابی صورت میں ریڈیو پاکستان کی مطبوعات میں شامل ہیں۔ شاہ بلیغ الدین کا طوطی ریڈیو پر بالخصوص ایک عرصے تک بولتا رہا پھر انہیں ٹی وی پر بھی آنے کا موقع ملتا رہا' ان کے بعد صرف تین مذہبی اور دینی سکالرز ایسے آئے جنہوں نے اپنے اپنے مخصوص لب و لہجے میں سننے اور دیکھنے والوں کو بڑا متاثر کیا' ایک ڈاکٹر علامہ طاہر القادری جنہیں بالآخر سیاست ہڑپ کر گئی۔ دوسرے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ تھے جنہیں کچھ بدبختوں نے شہید کر کے اسلام کے ساتھ اپنے خبث باطن کا اظہار کیا گو کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کسی فرقہ بندی کے معاملے میں فریق نہیں تھے اور دین اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اور اللہ سلامت رکھے ایک ہیں ڈاکٹر اسرار احمد جو نہایت خوبصورت پیرائے میں اپنے قارئین و سامعین کے سامنے دینی مسائل کو بیان کر کے ان کے ذہن و قلب کو گرماتے ہیں' بدقسمتی سے ان پر ایک عرصے سے سرکاری نشریاتی اداروں کے در بند کئے جا چکے ہیں مگر خدا بھلا کرے اے آر وائی والوں کا جو اپنے تین چینلوں پر مختلف اوقات میں دن میں متعدد بار ان کے ریکارڈ شدہ درس قرآن کے پروگرام نشر کر کے طالب علم کے پیاسوں کو سیراب کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے بالمشافہ ملاقات کی شدید خواہش رکھنے اور ان کے متعدد بار مختلف مواقع پر پشاور آنے کے باوجود شرف ملاقات نصیب نہیں ہوا تھا دو چار دن پہلے ہمارے ایک ہمسائے محترم عبدالمنعم سیٹھی نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے پشاور تشریف لانے اور یہاں لیکچر دینے کی اطلاع دی جس کا اہتمام انجمن خدام القرآن صوبہ سرحد کے فعال کارکنوں نے کیا تھا بلکہ اب انجمن کی خواہش پر ڈاکٹر اسرار احمد ہر عیسوی مہینے کی پہلی اتوار کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ پشاور تشریف لا کر مختلف موضوعات پر لیکچر دیں گے۔ اوقاف پلازہ کے ہال میں نماز مغرب کے بعد اس مرتبہ جو بابرکت محفل منعقد ہوئی اس کے لئے موضوع تھا ''رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب'' ڈاکٹر اسرار احمد نے نہایت مدلل انداز میں سیر حاصل گفتگو کی جسے مکمل طور پر احاطہ تحریر میں لانا اگرچہ خاصا دشوار اور عرق ریزی کا کام ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آنحضرت ﷺ کے کٹر مخالفین نے بھی آپ کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔

ایچ جی ویلز جیسے دشمن رسولؐ نے تمام عمر اسلام اور داعی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی مگر بالآخر اسے تسلیم کرنا پڑا کہ انسانی مساوات' اخوت اور برابری کے داعی بہت گزرے ہیں مگر ان اصولوں پر ایک مکمل اور کامیاب معاشرے کی بنیاد حضرت محمد ﷺ نے رکھی۔ اسی طرح امریکہ کے ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے 1980ء میں تاریخ انسانی کے رخ کو تبدیل کرنے والے سو عظیم انسانوں کا انتخاب کرتے ہوئے پہلے نمبر پر ہادی برحق ﷺ کا تذکرہ کیا جبکہ عیسائی ہوتے ہوئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسری پوزیشن پر رکھا جس کی تاویل دیتے ہوئے ڈاکٹر ہارٹ نے کہا کہ ایک ہی انسان حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے مذہب' روحانیت اور اخلاق کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے رخ یعنی معاشرت' سیاست اور معیشت میں عظیم انقلاب برپا کیا اور ان معاملات میں وہ سب سے اوپر نظر آتے ہیں۔ جو کام پیغمبر انسانیت ﷺ نے انجام دیا یہ کام کسی اور نبی یا بڑے سے بڑے انقلابی سے نہیں ہوا' جب ہم دنیا کے مختلف انقلابات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی انقلاب مکمل انقلاب نہیں کہلا سکتا' انقلاب فرانس صرف ایک سیاسی انقلاب تھا جس نے جمہوریت کے لئے راہ ہموار کی' انقلاب روس صرف ایک معاشی انقلاب تھا جس کے بعد 1917ء میں روس میں کیمونسٹ انٹرنیشنل کے نام سے ایک تنظیم بنی جس کی شاخیں مختلف ممالک میں قائم ہوئیں ہندوستان میں اس تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدیدار ایم این رائے' جو مذہبی طور پر ہندو تھا' نے 1920ء میں کہا کہ دنیا کا عظیم ترین انقلاب حضور ﷺ نے برپا کیا تھا یہ ان کی کتاب ''دی ہسٹاریکل رول آف اسلام'' میں منقول ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ جب تک پورے نظام زندگی میں انقلاب نہ آئے اسے مکمل انقلاب نہیں کہا جا سکتا جبکہ رسول کریم ﷺ نے عام انسانوں کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس کی حیثیت دنیا کے تمام انقلابات میں امتیازی ہے' جہاں آپ ﷺ نے گلیوں میں تبلیغ دین کا کام سرانجام دیا' وہیں میدان جنگ میں اپنی قیادت سے دشمن پر غلبہ پایا' اور لوگوں پر واضح کر دیا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں' بجز تقویٰ اور یہ کہ تمام انسان پیدائشی طور پر برابر ہیں تو انسانی مساوات کا ایک ایسا نمونہ سامنے آیا جو اس سے پہلے عالم انسانیت نے کسی دور میں نہیں دیکھا تھا' اسلام کے اسی نظریئے سے آج مغرب خائف ہے اور اس نے دہشت گردی کے نام پر اسلام کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے' دراصل مغرب Colonial نظام کے خاتمے کے ساتھ اسلام بطور نظام جس طرح ابھر کر سامنے آیا ہے امریکہ اس سے لرزہ براندام ہے' اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے ہی پیغمبر ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہو گا اور دنیا میں ایک صحیح انقلاب برپا کرنے کے لئے رسول انقلاب کے طریق انقلاب کو اپنانا ہو گا۔ انجمن خدام القرآن یقیناً مبارک باد کی مستحق ہے جو خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین کا کام اہم کام کر رہی ہے۔

'بھارتی مسلمان بیک وقت 3 طلاقیں نہیں دے سکیں گے

لکھنؤ (آن لائن) بھارت میں مسلمان آئندہ ماہ سے تین بار طلاق کے الفاظ دہرانے سے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکیں گے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے طلاق کے مروجہ طریقہ پر پابندی عائد کرتے ہوئے جدید طلاق نامہ متعارف کروایا ہے' جو 14 جولائی کو بورڈ کے اجلاس میں منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور۔ 30 جون' 2004ء)

التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ ——— کا
پہلا سالانہ اجتماع!

رعنا خان

26 جون 2004ء کو التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا پہلا اور سابقہ المعروف "تنظیم اسلامی نارتھ" امریکہ کا ساتواں اجتماع امریکہ کے انڈسٹریل شہر ڈیٹرائٹ میں منعقد ہوا۔ ڈیٹرائٹ امریکہ کا موٹر سٹی کہلاتا ہے جو کہ نہ صرف اپنی آٹوموبل انڈسٹری کی بدولت دنیا بھر میں خاص مقام رکھتا ہے بلکہ امریکہ میں عرب۔ امریکن کمیونٹی کے حوالے سے بھی مشہور ہے۔ ملک بھر میں ڈیٹرائٹ عرب کمیونٹی کے مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ فی الوقت صرف ڈیٹرائٹ میں ڈھائی لاکھ عرب امریکنز کی موجودگی نے اس کو امریکہ میں سب سے بڑی عرب کمیونٹی کا شہر بنا ڈالا ہے۔ لیکن التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کے لئے ڈیٹرائٹ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ یہ امیر التنظیم الاسلامی امریکا الشمالیہ کا ہوم ٹاؤن بھی ہے۔

26 جون ہفتے کی صبح نو بجے شروع ہونے والے اس اجتماع کا آغاز سمیر ظفر خان نے سورۃ صف کی انتہائی خوبصورت قرأت کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد تنظیم کے جنرل سیکریٹری ہاشم رضا خان نے کہا کہ چونکہ سورۃ صف بقول امیر تنظیم مصطفیٰ الترک "سورۃ تنظیم" ہے اور یہ سورہ اور اس کا ترجمہ وتفسیر تقریباً تمام رفقاء و رفیقات کو ازبر ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پیش نہیں کیا جا رہا۔ امیر تنظیم مصطفیٰ الترک نے تمام رفقاء و رفیقات کو اپنے ہوم ٹاؤن میں خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے میں امیر تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید کا اس موقع پر ہم سے بذریعہ خطاب رابطے و شرکت پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تنظیم اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے کام کر رہی ہے اور ہمارا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ آخرت کے انعامات چونکہ ان ہی کے لئے ہیں جو دنیاوی انعامات کی پروا نہیں کرتے' لہٰذا ہماری تمام لیڈرشپ صرف اللہ کی رضا کے حاصل ہو جانے کی لگن لئے تنظیمی امور کی انجام دہی میں بغیر کسی دنیاوی لالچ اور دکھاوے یا نام و نمود کی خواہش سے بالاتر ہو کر مصروف عمل ہے۔ انہوں نے بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کبھی کوئی شخص ڈاکٹر اسرار جیسا نہیں دیکھا۔ یہ ان ہی کی عرق ریزی' خلوص' جانفشانی' محنت اور لگن کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں تنظیم جیسا گرانقدر سرمایہ نصیب ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمد کو اپنی بیش بہا نعمتوں اور انعامات سے سرفراز فرمائے۔ آمین! ڈاکٹر اسرار نہ صرف ہم سب کے بانی ہیں بلکہ وہ ہمارے عظیم استاد اور مخلص دوست بھی ہیں' ہمیں چاہئے کہ ہم ان ہی کی طرح محنت و لگن کے ساتھ کام کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ چونکہ ہم امریکہ میں بہترین سوشل سسٹم رکھتے ہیں کہ کھڑے ہوں اور بلا تامل اپنی بات کہہ دیں' لہٰذا ہمیں اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ان ہی لوگوں میں اپنے دین کو پھیلانے کی سعی کرنا چاہئے جو آج ہمیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں دعوت و تبلیغ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینا چاہئے۔

تنظیم کے جنرل سیکریٹری ہاشم رضا خان نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں Lead Group کے لئے چنا ہے۔ کیونکہ داعی امت کے بہترین لوگ ہوتے ہیں۔ اور ہم تنظیم میں شمولیت کے بعد اس کام کے لئے اب وقف ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر احمد افضال نے حسب روایت تنظیم کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ ڈیٹرائٹ کی اسلامک ایسوسی ایشن کی شاندار عمارت میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کی نمایاں خصوصیت امریکہ کی تین بڑی اور متحرک تنظیموں کے امراء کا اس اجتماع میں شرکت کرنا اور اجتماع کے موضوع "IS ISLAMIC ACTIVISM A THING OF THE PAST" پر خطابات تھے۔ یوں ہفتے کی شام پانچ بجے سے اس موضوع تلے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا جسے رفقاء و رفیقات کے علاوہ مہمانوں کی ایک معقول تعداد نے اٹینڈ کیا۔ اسٹیج پر موجود امریکہ کی تینوں بڑی آرگنائزیشنز I.O.N.A(Islamic Organization Of North America) کے امیر جناب مصطفیٰ الترک' ICNA(Islamic Circle Of North America) کے امیر ڈاکٹر طلعت سلطان' اور MAS(Muslim American Society) کے امیر ڈاکٹر سہیل گھانوچی کی ایک ساتھ موجودگی نہ صرف اسلامی اخوت و بھائی چارے کی مظہر تھی بلکہ امریکہ میں دینی اقدار کی علمبرداری کا منہ بولتا ثبوت بھی فراہم کر رہی تھی۔ سب سے پہلے ICNA کے امیر اور گیسٹ اسپیکر ڈاکٹر طلعت سلطان نے پوڈیم پر آکر Islamic Activism کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ انہوں نے اسلام کے پیغام کے عملی اور مستقل پھیلاؤ اور اس کو عام لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ فرد کی اسلامی خطوط پر بذریعہ دعوت و تبلیغ اور تزکیہ و تربیت نشوونما کی جائے اور پھر یہی تربیت یافتہ افراد مل کر ایک جماعت کی صورت میں "اللہ کی رسی" کو مضبوطی سے تھام کر دوسروں کو بھی خیر کی دعوت دیں اور بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور اس جماعت کا اصل مقصد سوسائٹی میں اقامت دین کے سوا کچھ اور نہ ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ڈاکٹر طلعت سلطان نے تبلیغ دین اور طبع و اشاعت کے میدان میں امریکہ میں موجود دیگر گروپس کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کی تجویز پیش کرتے ہوئے قرآنی آیت کا حوالہ بھی دیا کہ "اور اس سے اچھی بات بھلا کس کی ہوگی جو بلائے اللہ کی طرف"۔ ڈاکٹر سہیل گھانوچی نے بطور سیکنڈ گیسٹ اسپیکر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حاضرین کو باور کرایا کہ انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے۔ ڈاکٹر گھانوچی نے انسان کی مختلف خاصیتوں کے حوالے سے مسلمان کے خلیفہ ہونے کی ذمے داریوں کو بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان کو اسلام کا چلتا پھرتا ماڈل بن کر دکھانا چاہئے۔ کیونکہ صرف تاریخ سے مثالیں دے کر ہم یہاں کے باسیوں کو اسلام کی طرف راغب نہیں کر سکتے۔ ہر مسلمان اپنی ذات میں اسلام کا "پیغامبر" ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسلام سے متعلق پوچھے جانے والے بے ساختہ سوالوں کے خاطر خواہ جوابات کے لئے تیار کرے۔ اور اس کے جوابات موجودہ معاشی مسائل کے اسلامی حل پیش کرنے کے اہل ہوں۔ امیر تنظیم شمالی امریکہ جناب مصطفیٰ الترک جو کہ شہر ڈیٹرائٹ کی اس روشن شام کے آخری اسپیکر تھے نے "وہ آیا' اس نے دیکھا' اس نے فتح کر لیا" کے مصداق اجتماع کے موضوع کا اپنی ولولہ انگیز اور نہایت جامع خطاب کے ذریعے حق ادا کر دیا۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ عرض کرتی چلوں کہ امیر مصطفیٰ اپنے منفرد انداز بیان اور الفاظ کے خوبصورت چناؤ کے

باعث اپنے سننے والوں میں انتہائی مقبول ہیں۔ انہوں نے Islamic Activism کو جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ' قتال فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ بلکہ سپریم جہاد ایک مسلمان کی اپنے نفس سے جنگ یعنی جہاد بالنفس ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہ میں عالم ہوں' نہ اسکالر' نہ ہی فقیہ یا مولانا' میں تو صرف ایک سرگرم مسلمان یا اسلامک activist ہوں کیونکہ اسلامک Activism کا مطلب ہے اسلامک نالج کو ایکشن کے قالب میں ڈھالنا۔ یعنی آپ اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کریں اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ قرآن کی رو سے اسلامک activism جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ انہوں نے بات کو جاری رکھتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کا التزام' سمع و اطاعت' اور ہجرت و جہاد فی سبیل اللہ''۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ جہاد پر ڈاکٹر اسرار احمد کے فصیح و بلیغ لیکچرز موجود ہیں جن میں انہوں نے جہاد کو 9 لیولز میں تقسیم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت کے ساتھ منسلک رہنا Collective Activism ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اسکا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آج کی اس کانفرنس میں میرے ہمقدم ICNA اور MAS جیسی آرگنائزیشنز کے امراء ہیں۔ انہوں نے تمام مہمانوں کی آمد کو سراہتے ہوئے اپنی بات کا اختتام کیا۔

اجتماع کا ایک اور منفرد آئٹم جسکو بہت پسند کیا گیا وہ امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید کی پری۔ ریکارڈیڈ تقریر تھی۔ جس میں انہوں نے تنظیم اسلامی I.O.N.A کے امیر اور تمام رفقائے تنظیم کو ان کے پہلے سالانہ اجتماع پر اپنی اور بانی محترم اور رفقائے تنظیم پاکستان کی جانب سے سلام اور مبارکباد پیش کی اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ برادرانِ محترم ہم سب ایک ہی منزل کے راہی ہیں۔ موجودہ I.O.N.A درحقیقت T.I.N.A کے بطن سے پھوٹی ہے اور یہ دراصل اس تنظیم اسلامی کی شاخیں ہیں جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور جس کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ ہماری منزل بھی ایک ہے' ہمارا مقصد بھی مشترک ہے اور ہم ایک ہی قافلے کے مسافر ہیں۔ آپ کا یہ سالانہ کنونشن ایک ایسے مرحلے پر ہو رہا ہے جب پوری دنیا میں ابلیسی طاقتوں نے عالم اسلام کے خلاف طبلِ جنگ بجا دیا ہے۔ اور امت دین کے حق میں نہیں بلکہ دین کے خلاف گواہی دے رہی ہے۔ امت دوسروں کو دین کی گواہی کیا دے گی۔ عملی اعتبار سے دیکھیں تو ہم اس وقت دین کے خلاف سب سے بڑا اشتہار ہیں اور ہمارے کردار و اخلاق کی پستی کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ آپ ایسی جگہ پر ہیں جہاں بظاہر مستقبل قریب میں اسلام کے غلبے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ مسلمان تعداد میں کم ہیں اور زمام کار ہمارے دشمنوں یعنی کفار کے ہاتھوں میں ہے۔ ان نامساعد حالات میں بھی مسلمان جہاں بھی ہو' قرآن کا انقلابی پیغام پھیلانا اسکا فرضِ منصبی ہے۔ شہادت علی الناس کی ذمے داری کا یہ اولین تقاضا ہے جس کی آخری اور بلند ترین منزل اقامتِ دین ہے۔ بہر کیف اس وقت آپ کو یہ دو کام بہت ہی اہتمام سے کرنے ہیں' تلاوتِ قرآن کی کثرت جس کے لئے رات کی نماز کا التزام کیا جائے اور ڈسپلن کے ساتھ قرآنی دعوت کی ترویج کریں۔ آخر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہم سب کے حق میں فوزِ عظیم عطا ہونے کی دعا فرمائی۔

کنونشن کے دوسرے روز تمام مقامی تنظیموں کے امراء نے اپنی اپنی رپورٹس پیش کیں۔ ہاشم رضا خان نے تمام تنظیموں کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے رفیقات کی تنظیمی سرگرمیوں کو بھی سراہا۔ انہوں نے رفقاء کو آگاہ کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے انگریزی لیکچرز کو رفیقات صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہی ہیں جو جلد ہی کتابی صورت میں دستیاب ہوں گے۔ یہاں میں یہ اضافہ کرتی چلوں کہ اب تک شرک' نفاق اور جہاد مکمل کئے جا چکے ہیں اور ایمان اور خلافت زیرِ تکمیل ہیں۔ شرک' نفاق اور جہاد کو بالترتیب معراج حق' عائشہ ذیشان اور نیلم الماس نے مکمل کیا ہے جبکہ ایمان اور خلافت حکیمہ احمد اور رعنا خان ترتیب دے رہی ہیں۔ رفیقات کی خدمت میں ان کی ناظمہ نے رپورٹ پیش کی۔ کینونشن کے اختتام پر چھ خواتین نے مسنون طریقے سے بیعت کی سعادت حاصل کرتے ہوئے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس موقع پر تنظیم کی ناظمہ رعنا خان نے تنظیم میں گزشتہ ایک سال کے دوران نوجوان رفیقات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر رفیقات کے لئے یوتھ سرکل کے قیام کا اعلان کیا جس کو جلد ہی حتمی شکل دے دی جائے گی۔ کینونشن میں میزبان ٹیم کی جانب سے انتہائی پُرخلوص سروس کا مظاہرہ پیش کیا گیا اور لذیذ پاکستانی اور عرب کھانوں سے تواضع کی گئی۔ اس اجتماع میں گو کہ حاضری کم تھی لیکن مورال بلند تھے۔ رفقاء و رفیقات کی کل تعداد 120 رہی جس میں 16 رفیقات اور باقی رفقاء تھے۔ جس طرح آپ باہر کے ملک جاتے ہوئے وہاں کی کرنسی لے کر جاتے ہیں اسی طرح دوسرے عالم کا اہتمام وہاں کی کرنسی سے کرنا چاہئے اور دوسرے عالم کی کرنسی نیک اعمال ہیں اور اقامتِ دین کی کوششوں میں مصروف اللہ کے بندوں کی محفلیں اس کرنسی کے حصول کا سنہری ذریعہ ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جو رفقاء و رفیقات اس سال شرکت سے محروم رہے' وہ ان شاء اللہ اگلے برس اپنی کرنسی لینے ضرور آئیں گے۔

PRESS RELEASE | پریس ریلیز

جمعہ 2 جولائی کو امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے خطاب کی پریس ریلیز

نصرت خداوندی کے لئے اللہ کی فرمانبرداری شرط اول ہے

بندۂ مومن تنگی و خوشحالی ہر حال میں اللہ پر توکل و بھروسہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اوپر یا اپنی صلاحیتوں پر ناز نہیں کرتا کیونکہ وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا عطا کردہ ہے اور جب تک اللہ چاہے گا وہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکے گا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسی یقین کی بنا پر بندہ مومن خود بھی اللہ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اللہ کی نافرمانی سے بچانے کی سعی و جہد کرتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ جو شخص خود اپنی انفرادی زندگی میں اللہ کی فرمانبرداری کی روش اختیار کرتا ہے' اگر اسے اقتدار ملے تو وہ اجتماعی نظام میں بھی شریعت کی حدود کی حفاظت کرے گا لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو ایسا شخص اقتدار میں آ کر شریعت کی حفاظت کی بجائے معاشرے میں ظلم کا ارتکاب کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر لیں اور ہمارا عمل ثابت کر دے کہ ہم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں تو ہمیں آج بھی اللہ کی مدد و نصرت حاصل ہو سکتی ہے اور ہم دنیا میں پھر سر بلند ہو سکتے ہیں۔

جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی

مسلمانوں کی زبوں حالی

زاہد جاوید

کشمیر اور فلسطین میں خون مسلم کی ارزانی' افغانستان میں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد اب 43 ممالک کی افواج عراقیوں کو کچلنے کے لئے عراق میں جمع ہیں۔ جبکہ دنیا کی آبادی کا بہت بڑا حصہ برائے نام مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ کہنے کو 56 سے زیادہ اسلامی ممالک ہیں اور دنیا کی دولت (قدرتی وسائل) سب سے زیادہ مسلمان ممالک کے پاس ہیں' لیکن سب بے بس اور لاچار ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

چند لفظوں میں جواب تو یہ ہے کہ مسلمان اپنے سب سے بڑے فرض یعنی دینِ اسلام / دین الٰہی کے نفاذ کی کوشش کو بالکل بھول گئے ہیں اور اس پر بدقسمتی اور کہ اس فرض کو اب فرائض کی فہرست سے بھی خارج کر دیا گیا ہے۔ اور سارا زور ذاتی عبادات پر آ گیا ہے جو اس فرض کی تقویت کے لئے فراہم کی گئی تھیں' لیکن یہ بات چیت لفظوں میں شاید ہی کسی کو سمجھ آئے' اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ کو کھولنا ہوگا۔

باوجود یکہ عہد الست میں سب انسانی روحیں اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر چکیں تھیں' اللہ نے اپنی رحمت کی تکمیل کی خاطر انسانوں میں انہیں جیسے انسان' رسول اور نبی بنا کر بھیجے تا کہ ایک طرف تکمیل رحمت ہو تو دوسری طرف جھگڑالو صفت انسان پر حجت کی تکمیل ہو۔ وقتاً فوقتاً ہر قوم پر رسول یا نبی آتے رہے اور قوم کو اللہ کے احکام یاد کراتے رہے۔ وہ اسی کوشش میں لگے رہے کہ لوگوں کے دلوں سے زنگ' ذہنوں سے دھول صاف ہو جائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں سے باز آ جائیں اور اللہ کے احکام کی یاد تازہ کر لیں اور اعمال صالح کریں۔ یہ سلسلہ جاری رہا' نبیوں کو قتل کیا جاتا رہا اور رسولوں کی نافرمانی کی پاداش میں پوری پوری قومیں نسیاً منسیاً ہوتی رہیں اور کئی بہترین ادوار بھی آئے جب اللہ کا نظام پوری آب و تاب سے جگمگاتا رہا' مثلاً حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے ادوار۔ اور یوں یہ سلسلہ ہدایت نافرمانی' سزا اور فضل و رحمت کا چکر چلتا رہا۔

پھر ایک وقت آیا جب حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہوا۔ یہاں ہمیں پہلے رسولوں' نبیوں اور حضرت محمد ﷺ کے عملی کردار کا تقابل کرنا ہوگا۔

ا) پہلے سارے نبی اور رسول صرف اپنی قوم / علاقہ کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے لیکن محمد ﷺ پوری دنیا / پوری انسانیت (انسان / جنوں) کے لئے مبعوث کئے گئے۔

ب) باقی نبیوں اور رسولوں کے بعد سلسلہ نبوت جاری رہا لیکن محمد ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔

حضرت محمد ﷺ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا مگر رشد و ہدایت کا سلسلہ اللہ نے جاری رکھا اور امت محمدیہ ﷺ کو اس کام کے لئے چن لیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہمیں دیا گیا کہ اگر ہم اپنا فرض نبھائیں گے تو نبیوں کے درجے ہمیں حاصل ہوں۔ امت محمدیہ ﷺ اور امت موسیٰ کے نبیوں میں فرق اس لحاظ سے صرف معصومیت کا ہے۔ اسی بات سے حضور اکرم ﷺ کی فضیلت کی بھی سمجھ آتی ہے۔ یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ اللہ نے اپنی سنت رکھی ہوئی ہے کہ جس کسی کو بھی بڑا درجہ دینا ہے' اس کی لغزش پر سزا بھی اسی درجے کی ملتی ہے۔ یہ بات ہم قرآن سے چند مثالیں سامنے رکھ کر باخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

ا) ابلیس اپنی عبادت سے بلند درجے طے کرتا ہوا فرشتوں کی محفل میں پہنچ گیا اور جنوں کا سردار بن گیا' مگر ایک انکار پر ملعون ہوا اور ابد تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ایک کثیر تعداد اس پر لعنت بھیجتی ہے اور جہنم واصل ہوگا۔

ب) آدمؑ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اپنی روح سے نوازا صرف ایک پھل چکھنے کی پاداش میں جنت بدر ہوا۔

ج) یونسؑ نے ذرہ سی لغزش کی' عذاب الٰہی کے آثار دیکھے اور اپنی قوم چھوڑ دی' پورے عذاب اور حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا۔ اس لغزش کے نتیجے میں کئی دن مچھلی کے پیٹ میں گزارے۔

د) بالم بن بعورا (اسرائیلی روایت) عبادت میں بڑھتا ہوا اس درجہ کو پہنچ گیا کہ آسمانوں کی سیر کرتا تھا' ایک عورت کے ساتھ پھسل جانے پر قرآن میں اسے کتے کے مشابہ قرار دیا گیا۔

س) اور آخری بات خود حضرت محمد ﷺ کی مثال ہے کہ انشاء اللہ نہیں کہا تو کئی دن وحی نہیں آئی۔ شدید تکلیف اٹھانی پڑی۔

اب آیئے اپنی طرف۔ امت محمدی ﷺ کو اللہ نے امت وسط قرار دیا اور امت پر فرض کیا کہ لوگوں کو برائی سے روکیں اور نیکی کا حکم دیں اور دین قائم کریں اور اگر یہ فریضہ نبھائیں گے تو اللہ کی مدد اس میں شامل ہوگی۔ نظام حق کا نفاذ ہوگا تو نیکی پھیلے گی اور بدی قابو میں رہے گی' امت محمد ﷺ پر رحمت نازل ہوگی اور وہ دنیا پر حاکم ہوگی۔ مگر ایسا نہ ہوا کیونکہ امت محمد ﷺ نے اپنا فریضہ نہیں نبھایا اور ہماری اس کوتاہی کی وجہ سے شیطان اور شیطانی نظام پھیلتا گیا اور اب یہ نظام دنیا پر قابض ہو گیا ہے اور یوں امت محمد ﷺ شیطانی نظام کو پھیلانے کا ذریعہ جبکہ اللہ نے ہم کو شیطانی نظام کو مٹانے کا فرض سونپا تھا۔ اس بات کے واضح ہونے کے بعد اب یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم پر عذاب الٰہی کیوں آیا اور دنیا کی ساری اقوام کیوں ہمیں نوچ گھسوٹ رہی ہیں اور ہم کیوں پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں۔ اگر یہ بات واضح ہو گئی ہے تو اب صرف ایک حل ہے جو ہمیں ان مشکلات سے نکال سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے فرض کو سمجھیں اور حتی المقدور اس کو نبھانے کی کوشش کریں' اگر ہم یہ کریں گے تو اللہ کی مدد بھی آئے گی اور اللہ کا وعدہ بھی پورا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون خوش نصیب ہیں جو یہ انعام حاصل کرتے ہیں' اگر چینی چرس کے نشے سے نکل کر چاند پر پہنچ گئے ہیں تو ہم بھی ایک دن اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔

مستند احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت آنے سے پہلے پوری دنیا پر نظام اسلام کا غلبہ ہوگا اور نظام اسلام نافذ ہو کر رہے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون خوش نصیب اس کوشش میں حصہ لیتا ہے اور اللہ کی سزا کی بجائے جزا کا حقدار بنتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کون عمر بن ہشام (ابوجہل) اور کون عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

دعائے مغفرت

☆ جھبیراں' ضلع شیخوپورہ سے تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق' سراج الحق گزشتہ جمعرات کو انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی کاوشوں کو قبول کرتے ہوئے آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی نعیم احمد کے سسر صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ محمد یٰسین رفیق تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن کے والد محترم حاجی کریم بخش 31 مئی کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

☆ سید مشرف حسین رفیق تنظیم اسلامی نیویارک کے چچا سید منیر احمد قضائے الٰہی سے لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔

رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ ”تنظیم اسلامی“ کی سرگرمیاں اور اطلاعات

اسرہ بہاولپور کا ماہانہ تربیتی اور دعوتی اجتماع

پروگرام کا آغاز 30 مئی صبح گیارہ بج کر تیس منٹ پر مسجد جامع القرآن چک 9/B.C مدینہ ٹاؤن' بہاولپور میں شروع ہوا۔ جس میں جناب ذوالفقار صاحب نے پروگرام کے بارے میں تفصیل بتائی اور اس کے بعد جناب امیر حلقہ منیر احمد صاحب کے درس کا آغاز ہوا۔ جس میں انہوں نے بہت ہی پیارے انداز میں دین کے لئے کام کرنے کی اہمیت کو ذہنوں میں پختہ کرنے کی کوشش کی۔

یہ درس تقریباً ایک گھنٹہ اور 15 منٹ جاری رہا۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ اس کے بعد جناب ناظم تربیت ذوالفقار صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد جناب منیر احمد صاحب نے اختتامی کلمات ادا کرنے سے پہلے رفقاء کا تعارف حاصل کیا اور پروگرام کے آخر میں جناب ناصر امین صاحب نے تنظیم اسلامی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ یہ ساتھی کافی پڑھے لکھے ہیں امید ہے کہ ان کی شمولیت سے بہاولپور میں تنظیم کا کام بہتر طریقے سے ہو سکے گا۔ اس پروگرام میں اسرہ مروٹ سے اور یزمان سے بھی ساتھیوں نے شرکت کی۔ اس طرح یہ پروگرام تقریباً تین بج کر تیس منٹ پر ختم ہوا۔ (رپورٹ: محمد ظفر اقبال)

نارووال میں دعوتی پروگرام

مورخہ 29 مئی ناظم تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن شاہد رضا صاحب اور ناظم تربیت خادم حسین صاحب دس بجے صبح نارووال تشریف لائے۔ اس دعوتی پروگرام کے انعقاد کا مقصد عوامی سطح پر فرائض دینی کا شعور اجاگر کرنا تھا۔ مقامی رفقاء نے پروگرام کی تشہیر کے لئے ایک مربوط مہم چلائی' جس کے تحت دعوت نامے تقسیم کئے گئے اور مساجد کے باہر پوسٹرز چسپاں کر کے عوام کو شرکت کی دعوتِ عام دی گئی۔ پروگرام میں شہر کی مختلف مذہبی' سماجی اور سیاسی جماعتوں کے نمائندگان کے علاوہ احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

ساڑھے پانچ بجے سہ پہر پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت ابوبکر مسعود نے حاصل کی۔ راقم نے تنظیم کا تعارف پیش کیا اور نظامت کے فرائض بھی ادا کئے۔ ”مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق“ کے زیرِ عنوان جناب شاہد رضا صاحب کو گفتگو کے لئے دعوت دی گئی۔ انہوں نے مختصر مگر نہایت جامع انداز میں قرآن مجید کے حقوق کا جائزہ پیش کیا۔ بعدازاں جناب خادم حسین صاحب نے پراثر انداز میں ”فرائضِ دینی کا جامع تصور“ چارٹ کی مدد سے پیش کیا۔

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد روزنامہ خبریں کے مقامی دفتر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی' جو کہ عشاء تک جاری رہی۔ جناب سعید الحق ملک ڈسٹرکٹ رپورٹر خبریں نے نشست میں شرکت کرنے والے احباب کی چائے اور بسکٹ سے تواضع کی۔ محترم خادم حسین صاحب نے احباب کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ شکریئے کے اختتامی کلمات جناب شاہد رضا صاحب نے ادا کئے۔

(راقم: محمد عثمان بیگ' مبتدی رفیق' تنظیم اسلامی نارووال)

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کا دورۂ ایبٹ آباد

ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی صاحب ایک روزہ دورہ پر 12 جون بروز ہفتہ ایبٹ آباد تشریف لائے۔ جہاں دروس قرآن کے دو پروگرام پہلے سے طے تھے۔

پہلا پروگرام خواتین کے لئے تھا۔ قبل از نماز عصر ساڑھے چار بجے المیز ان پبلک سکول اپر ملک پورہ میں ناظم حلقہ نے خواتین کی دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے درس دیا اور خواتین کے دینی فرائض قرآنی حوالوں سے جامع انداز میں بیان کئے۔ قریباً 40 خواتین نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

دوسرا پروگرام بھی المیز ان سکول ہی میں تھا' اس کے لئے باقاعدہ پمفلٹ چھپوائے گئے اور قریبی علاقے میں تقسیم کئے گئے۔ بعد نماز عصر ناظم حلقہ نے ”شہادتِ حق“ کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ آج امتِ مسلمہ کی جو حالت ہے اس کی بڑی وجہ شہادت حق کی ذمہ داری سے پہلوتہی ہے اور یہ ذمہ داری مکمل طور پر اسی وقت ادا ہو سکتی ہے جب قرآن وسنت پر مبنی معاشرہ قائم کر دیا جائے۔ جو دنیا پر اسلام کی حقانیت اور برتری واضح کر دے۔ ناظم حلقہ نے واضح کیا کہ ہمیں سب سے پہلے خود دینی فرائض کو ادا کرنا چاہئے' پھر اسی کی دعوت اپنے اردگرد کے لوگوں کو دینی چاہئے۔ اس کے بعد ملک میں اسلامی نظام کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نظام جماعت کے بغیر نہیں بدل سکتا اس لئے جماعت میں شمولیت ضروری ہے اور جماعت ایسی ہو جو اسوۂ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو۔ شہادت حق کے اس راستے میں اللہ کی مدد طلب کرنا بھی لازم ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف شہادت حق ہی کا راستہ ہے۔

اس پروگرام میں قریباً 30 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ درس کے بعد ناظم حلقہ نے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ (مرتب: اسد قیوم)

ناظم حلقہ کا دورہ تنظیم اسلامی کراچی شمالی

23 مئی بروز اتوار تنظیم اسلامی شمالی کراچی کے ماہانہ اجتماع میں جناب انجینئر حافظ نوید احمد ناظم حلقہ سندھ زیریں تشریف لائے۔ ماہانہ اجتماع کا آغاز درسِ قرآن سے ہوا۔ جناب نوید مزمل صاحب نے سورہ حج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ اس کے بعد مطالعہ حدیث کے سلسلہ میں جناب سیف الرحمٰن صاحب نے اکل حلال کے موضوع پر احادیث بیان فرمائیں۔ مطالعہ لٹریچر کے سلسلہ میں نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں کا مطالعہ ان اجتماعات میں جاری ہے' جو جناب اختر عدیم صاحب کروا رہے ہیں۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی شمالی کراچی جناب اطہر ریاض صاحب نے رفقاء سے خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے رفقاء کی حاضری اور ماہانہ انفاق کے بارے میں توجہ مبذول کروائی اور رفقاء کو آئندہ ہونے والے پروگراموں سے آگاہ فرمایا۔ جس میں خصوصی طور پر 18 تا 24 جولائی تک کراچی میں مبتدی و ملتزم تربیت گاہ ہونے کے بارے میں اطلاع دی اور رفقاء کو ترغیب و تشویق سے تربیت گاہ میں شرکت کے لئے آمادہ کیا۔

آخر میں ناظم حلقہ نے شمالی تنظیم کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ نقباء سے ان کے اسروں کے بارے میں رپورٹ لی۔ اجتماعات میں حاضری اور انفاق فی سبیل اللہ اور اپنی ذاتی تربیت کے بارے میں فکرمند ہونے اور اس میں ترقی کی کوشش کرتے رہنے پر زور دیا۔ ناظم حلقہ کے خطاب پر یہ ماہانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

ضرورت رشتہ

☆ ایک نوجوان 29 سالہ معقول تنخواہ ملازمت کے علاوہ کاروبار' کو شریف گھرانہ سے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: رحمانی۔ 7584627

☆ 28 سالہ ارائیں خاندان کی بیٹی' B.Com' خوش شکل' مناسب قد' شرعی پردہ کی پابند کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: مسز جاوید۔ فون: 6362472

☆ گورنمنٹ آفیسر کی 22 سالہ دراز قد' سفید رنگت' سمارٹ' پردہ کی پابند بیٹی' تعلیم B.A(Appeared) ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
رابطہ: فیاض الحسن' سول جج' فون: 0320-5645892۔ 0438-521665

مبتدی و ملتزم تربیت گاہ

17 تا 23 جولائی قرآن اکیڈمی کراچی میں مبتدی و ملتزم تربیت گاہوں کا انعقاد ہو رہا ہے۔ حلقہ سندھ بالائی' زیریں و حلقہ بلوچستان کے جن رفقاء نے ابھی تک مبتدی یا ملتزم تربیت گاہ میں شرکت نہیں کی وہ شرکت کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

منجانب: شعبہ تربیت تنظیم اسلامی

not these Hindu writers more truthful than our "moderate" Muslims? Their words prove that history is not written by "jihadists" or Pakistani establishment. It is now the "moderates" who want to re-write history against the words of those who were part of these historical events only to please their masters.

As regard better weaponry of British, Sir Robert Clive writes in one of his letters: "we soon entered into engagements with Meer Jaffier to put the crown on his head. All necessary preparations being completed with the utmost secrecy, the army, consisting of about one thousand Europeans and two thousand sepoys, with eight pieces of cannon, marched from Chandernagore on the 13th and arrived on the 18th at Cutwa Fort.... At daybreak we discovered the Nabob's army moving towards us, consisting, as we since found, of about fifteen thousand horse and thirty-five thousand foot, with upwards of forty pieces of cannon."[4]

Coming to another favourite theme of the war lords in Washington, Haqqani writes: "Take the widespread anti-Americanism as an example. Most Pakistanis believe that the U.S. let Pakistan down by not fulfilling its commitments under the bilateral defence treaty of 1954."

What Mr Haqqani is describing is the methodology of betrayal; he does not (indeed cannot) deny betrayal itself. India and Israel use the same methodology. They sign a document after a lot haggling to give an impression of seriousness. But they implement only the part that that suits them or they are forced to implement. The rest they make the subject of controversy and endless sterile debate resorting to vile abuse, blackmail and feigned anger to get their way. That is why most political pundits now agree that the only good relations with America, India or Israel are no relations. They are best kept at a distance.

America got many Muslims states - mostly in the Middle East - to sign up as members of bilateral and multilateral military alliances. The Baghdad Pact - which later became CENTO and moved its HQ to Ankara after a coup d'etat in Iraq - was the only multilateral alliance the Muslims signed with the USA. The inducement offered for roping in the Middle East and Pakistan was to cover ALL threats not merely the Communist threat. Brigadier Usman Khalid writes: "I was the Principal Staff Officer to Pakistan's Permanent Military Representative in CENTO from 1966 to 1970. When it came to drafting guidance for military planning, it was drafted for the Communist and the Communist inspired threats. When it came to other threats (that included one from India to Pakistan) even a draft was not produced on the grounds of lack of consensus."

Most importantly, it is not only Muslims who complain of the US betrayal. Writing in *Seattle Post-intelligencer* on April 30, 2004, Mary Pneuman, chairwoman of the Justice and Peace in Israel/Palestine Committee of the Episcopal Diocese of Olympia, highlights that the US has betrayed international community. [5] Similarly Gunter Grass writes in *Los Angeles Times* (April 07, 2003) that the US "betrays its core values." This is the fact and these are the truths which should not be considered as an exception from the Muslim mouth.

By the time one reaches the final part of the article, one notes that condemning "global Jihadi movement," challenging Pakistan's identity, highlighting Anti-Americanism, good relations with India and recognising Israel, are the main themes skilfully interwoven for achieving the ultimate objective of such a write up.

Such write ups are eye openers for the public in the East and the West to understand how "moderates" are busy these days in brand washing their approach to grinding a personal axe.

The best way out is to shun and marginalise Daniel Pipes, Thomas Friedman and others who promote this kind of divisions and a war within Islam. On the other hand, everyone needs to realise that the self-proclaimed "moderates" who carry out this war are opportunists of the worst kind among Muslims, whose words and deeds need to be stigmatised and seriously condemned.

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- ICS (Math+Physics+ Computer Science)
- BA (Economics+Maths)
- BA (Other Combinations)

داخلے جاری ہیں

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض، قابل دید، ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت، فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپیکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ☎ 5833637

Vol: [illegible] Regd. No. LHL [illegible] No. [illegible]

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Brand Washing

Those who shower titles, awards, dollars and positions on "moderate" Muslims need to read between the lines of their moderate mantra. Muslims are aware of their benighted opportunism in the name of "enlightened moderation." It is the West that needs to double check the "moderates'" presentation of history, interpretation of Islamic sources and their leg-less argument.

No matter how much they may attempt to brand wash their particular type of Islam, exposing their feet of clay only needs revisiting the relevant facts. Hussain Haqqani's June 2, 2004 article in the *Nation* is an excellent example of the "moderates" irrational exuberance coupled to unconscionable avarice for credit from the hands that rock their cradle.

Right from the beginning, Mr. Haqqani lays out the battle lines between the neo-cons defined evil and good forces — the much dreaded "jihadist movement" and "moderate Pakistanis" with "members of the international community" respectively.

Haqqani goes on to reject any concerted effort against Muslims on the part of Zionists or Hindus. To him, although "a large segment of Pakistan's population" believes so, but this "collective state of mind" is the result of brain washing by "Jihadists" and "the Pakistani establishment."

Of course, there are no angels in the Pakistani establishment. However, here we witness baseless argument, blanket statements and the feet of clay on which "moderates" attempt to establish their version of the appeasing reality. In this case it shows as if the establishment did nothing but feeding "fictitious accounts of history to the Pakistani people."

School curriculum in the Muslim world is the target of US administration, chocking in tight grip of the neo-cons. Note the angle from which the argument is launched:

"Young Pakistanis are taught not to question clichés about their nation's greatness and unique place in the world. Alternative worldviews are discouraged and their exponents described as 'traitors'. The result is general ignorance about causes and effects and a tendency to believe in an "only if" approach to life. From 'Only if the British had not patronised South Asia's Hindus' to 'Only if the Americans would keep their commitments and help Pakistan get Kashmir', simplified formulae obstruct analytical thinking."

If the alternative world view and actual account of history is to exonerate the British and US of their crimes, it is not likely to purge the alleged "extremist" thinking from Pakistan's political culture, because these alternative theories have no legs to stand on.

How, for instance, can we deny that the British has not patronised Hindu's in India, when Hindus and British themselves accept it. This is not what the establishment in Pakistan is promoting. This is part of the history written by others.

Prof B. N. Pande's speech in the Indian Upper House of Parliament, the Rajya Sabha, made on July 29, 1977 is one of the many examples that clarify that history is not something cooked up by "jihadists" or the Pakistani establishment" and that specific classes of Hindus and Muslims were specifically patronised. He says:

".... The Secretary of State Wood in a letter to Lord Elgin [Governor General Canada (1847-54) and India (1862-63)] said: 'We have maintained our power in India by playing off one part against the other and we must continue to do so. Do all you can, therefore to prevent all having a common feeling.' George Francis Hamilton, Secretary of State of India wrote to Curzon, 'I think the real danger to our rule in India not now, but say 50 years hence is the gradual adoption and extension of Western ideas of agitation organisation and if we could break educated Indians into two sections holding widely different views, we should, by such a division, strengthen our position against the subtle and continuous attack which the spread of education must make upon our system of government. We should so plan educational text-books that the differences between community and community are further strengthened (Hamilton to Curzon, 26th March 1886). .... Cross informed the Governor-General, Dufferin, that 'This division of religious feeling is greatly to our advantage....' (Cross to Dufferin, 14 January, 1887)." [1]

Mr. Haqqani argues Muslims are "brought up to think that soldiers of Islam cannot be defeated except through the treachery of their own." He thinks the brain washed Muslims "are applying the [same] notion to the [Pakistani] establishment itself." The question is: Who is responsible for the repeated U-turns: the establishment or the US, which runs the establishment in Islamabad? It is interesting that the author admits, "the establishment is forced to make a U-turn in policy," but keeps on blaming the exploitee and not the exploiter.

The most important part of the leg-less argument is the assertion that the British defeat of Nawab SirajudDaula of Bengal in the battle of Plassey in 1757 was not the result of the defection of Mir Jaffer. That the British "might have had superior armaments and strategy, and that Jaffer's decision to support the British might have been the result of their military superiority."

What weight repetition of "might have" from the "moderates" carry when the British admits superiority of their weapons and buying out of Mir Jaffar. This is the point that clearly proves as to who is brain washed and who is trying to wash their brand of Islam for acceptability by the sole super power of the day.

A very simple search of the relevant facts shatters this theory for appeasement. Nikhil Dighe, an Indian web site, states:

"The battle was won even before it was fought. Robert Clive, the plucky representative of the East India Company employed persuasive diplomacy and offered Mir Jafar, a general of Bengal's Nawab Siraj-ud-daullah, the Nawabship after the war, in return for staying away from combat. Clive also bought over the chief financier of the Nawab called Jagat Seth. Clive had 3,000 troops and Siraj-ud-daullah 50,000. But this seemingly disproportionate array of forces was neutralized by the fact that Mir Jafar's forces of about 16,000 - which included cavalry and heavy guns - did not participate." [2]

Even Jawaharlal Nehru, in *The Discovery of India* (1946), describes Clive as having won the battle "by promoting treason and forgery." [3] An Hindu Professor, Vinay Lal, at UCLA writes: "Mir Jafar, was induced to throw in his lot with Clive, and by far the greater number of the Nawab's soldiers were bribed to throw away their weapons, surrender prematurely, and even turn their arms against their own army."

Without any personal stakes involved, are